ذوالحجہ 1444– محرم 1445ھ | جولائی–اگست 2023ء
شمارہ-73

نصرۃ میگزین

"فوجی یا سِول بالادستی" کی جنگ نے پاکستان کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے! ہماری نجات خلافت کے قیام کے ذریعے شریعت کی بالادستی قائم کرنے میں ہے

نُصرۃ کا حصول: خلافت کے قیام کے لیے اقتدار (اقتدار) حاصل کرنے کا شرعی طریقہ

جہاد اسلام کا وہ جنگی اقدام ہے جو خلافت کو مسلسل وسعت دیتا ہے

1444 ہجری کی عیدالاضحیٰ مبارک ہو

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(243-245) 7

جہاد اسلام کا وہ جنگی اقدام ہے جو خلافت کو مسلسل وسعت دیتا ہے 13

کشمیر تاریخ کا وہ حصہ ہے جسے ہر گز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا 28

نُصرَۃ کا حصول: خلافت کے قیام کے لیے اتھارٹی (اقتدار) حاصل کرنے کا شرعی طریقہ 31

پاکستان میں خطرناک حد تک بڑھتے ایچ آئی وی (HIV) کا ذمہ دار کون ہے؟ 43

سرمایہ داریت، ملٹی نیشنل کمپنیاں اور تمباکو 49

ہمیشہ رہنے والا گھر 61

"فوجی یا سول بالادستی" کی جنگ نے پاکستان کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے! ہماری نجات خلافت کے قیام کے ذریعے شریعت کی بالادستی قائم کرنے میں ہے 66

مغربی تجربیت اور مذہب کی زندگی سے علیحدگی (حصہ اول) 71

سوال و جواب: افغانستان اور ایران کے درمیان جھڑپوں کے اسباب 82

سوال و جواب: ریاست وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو تصورات، معیارات اور اعتقادات کے مجموعے کا نفاذ کرتی ہے 90

سوال و جواب: ہم یہ نہیں کہتے کہ خبرِ احد مسترد ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے 97

میڈیا پیغام:: 1444 ہجری کی عید الاضحیٰ مبارک ہو 108

اداریہ

بائیڈن انتظامیہ نے ہندوستانی وزیر اعظم کے امریکہ دورے سے پہلے ہی اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ وہ ہندوستان کو تیزی سے طاقتور بنانا چاہتی ہے۔ اپنے اس دورے کے دوران نریندر مودی 22 جون 2023 کو امریکی کانگریس سے بھی خطاب کرے گا، اور یہ موقع صرف قریبی اتحادیوں کو ہی دیا جاتا ہے۔ 5 جون 2023 کو امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان نے اعلان کیا، "ہندوستان کے ساتھ ہماری شراکت داری ہماری سب سے زیادہ نتیجہ خیز شراکت داری ہے"۔ اسی دن امریکی محکمہ دفاع نے اعلان کیا: "سیکرٹری آف ڈیفنس لائیڈ جے آسٹن نے 4 اور 5 جون کو ہندوستان کا دورہ کیا تاکہ اہم دفاعی شراکت داری کو تقویت دی جائے، اور وزیر اعظم مودی کے واشنگٹن کے سرکاری دورے سے قبل اہم شعبوں میں تعاون کو آگے بڑھایا جا سکے۔ سکریٹری نے قومی سلامتی کے مشیر اجیت ڈوول اور وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ سے ملاقات کی"۔

چین اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکہ بھارت کو بہت تیزی سے کھڑا کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ پاکستان، بھارت کے اُبھرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے، امریکہ پاکستان کے حکمرانوں کو استعمال کر رہا ہے۔ چنانچہ جب بھارت نے مقبوضہ کشمیر کا زبردستی الحاق کیا تو امریکہ نے پاکستان کے حکمرانوں کو تحمل سے کام لینے اور پھر جنگ بندی کے معاہدے پر دستخط کرنے کا حکم دیا۔ جب بھی چین کے ساتھ بھارت کی سرحدی کشیدگی اور جھڑپیں ہوتی ہیں تو امریکہ پاکستان کے حکمرانوں کو اس بات سے منع کر دیتا ہے کہ وہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت کے خلاف دوسرا محاذ نہ کھولیں اور مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے سے باز رہیں۔

بھارت کو طاقتور بنانا اور پاکستان کا کمزور ہونا، ہر باخبر مسلم فوجی افسر پر عیاں ہے۔ یہ صورتحال شدید ناامیدی کے جذبات پیدا کر رہی ہے۔ درحقیقت وہ لوگ جو امریکا کے ساتھ اتحاد سے باہر نکل آنے کو کوئی آپشن ہی نہیں سمجھتے،

ان کا ناامید ہونا ایک لازمی امر ہے۔ پاکستان جتنی دیر امریکا سے جُڑا رہے گا، اتنا ہی کمزور ہوتا جائے گا۔ ناامیدی کی یہ صورت حال مسلمان افسر کو مجبور کرتی ہے کہ وہ واحد متبادل کے لیے کام کرے، جو کہ اسلام اور اس کی ریاست یعنی خلافت کا قیام ہے۔ نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافت استعماری ریاستوں کے ساتھ تمام نقصان دہ شراکت داریوں اور اتحاد کو ختم کر دے گی۔ خلافت بچپن مسلم قومی ریاستوں کو ایک واحد ریاستِ خلافت کے شکل میں یکجا کر دے گی۔ خلافت اسی طرح کام کرے گی جیسا کہ خلافتِ راشدہ نے کیا تھا، یعنی نئے علاقوں کو فتح کر کے وہاں اسلام کا پیغام پہنچانا اور دشمنوں کو پسپائی پر مجبور کرنا۔

اے مسلمان فوجی افسران!

بے شک خلافت وقت کی ضرورت ہے۔ ابھی بھی موقع ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کی پیش قدمی کو روک سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ خلافت کا قیام دینِ اسلام میں ایک فرض ہے۔ خلافت کے قیام کی ذمہ داری پورا کرنے میں کوتاہی ایک سنگین گناہ ہے۔ اور آپ پر عائد ہونے والی ذمہ داری ایک غیر فوجی مسلمان کی ذمہ داری سے زیادہ ہے۔ عام آدمی کو خلافت کا مطالبہ کرنا چاہیے اور اس کے لیے کام کرنا چاہیے۔ تاہم، خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرے، وہ صرف مطالبہ کر سکتا ہے، لیکن خلافت کو عملی طور پر قائم نہیں کر سکتا۔ لیکن جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو آپ انصارؓ کی طرح جنگجو ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ مادی عسکری مدد، یعنی نُصرہ عطا کریں، تاکہ خلافت کو عملاً قائم کیا جا سکے۔ مدینہ منورہ میں اس وقت تک اسلامی ریاست قائم نہیں ہوئی جب تک کہ انصارِ مدینہؓ نے نُصرۃ فراہم نہیں کر دی۔

یہاں مسلمان افسر یہ جواز پیش نہیں کر سکتا کہ اُس پر تو موجودہ فوجی اور سیاسی قیادت کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ اس عُذر کی قیامت کے دن کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ یہ عذر اسے جہنم کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ کوئی مسلمان افسر اس عذر کے پیچھے نہیں چھپ سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لاَ طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ** "اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت صرف

اس میں ہے جو معروف ہے" (بخاری و مسلم)۔ بے شک کسی شخص یا کسی گروہ کی کوئی اطاعت نہیں جب وہ تمام انسانوں کے خالق، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے رہے ہوں۔

مسلمان افسر یہ عذر بھی پیش نہیں کر سکتا کہ یہ اس کی ذاتی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ یہ عذر نہیں کر سکتا کہ چونکہ دوسرے یہ کام نہیں کر رہے ہیں، اس لیے اسے بھی یہ عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی وہ یہ عذر کر سکتا ہے کہ جب دوسرے کریں گے، تو وہ بھی یہ کام شروع کر دے گا۔ ہر مسلمان افسر اسلام کا وفادار محافظ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، **أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِلَيْلَةٍ أَفْضَلَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ- حَارِسٌ حَرَسَ فِي أَرْضِ خَوْفٍ لَعَلَّهُ لاَ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ"کیا میں تمہیں لیلۃ القدر سے افضل رات نہ بتاؤں؟ خوف کے علاقے میں پہرہ دینے والا (جسے یہ خدشہ ہو کہ) شاید وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹ کر نہ جا سکے"** (الحاکم)۔ فقیہ امام اوزاعیؒ نے فرمایا، كان يقال ما من مسلم إلا وهو قائم على ثغرة من ثغر الإسلام، فمن استطاع ألا يؤتى الإسلام من ثغرته فليفعل "کہا گیا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر پہرہ دار نہ ہو، لہٰذا جو اسلام کو مجروح ہونے یا اس پر حملے کو روک سکتا ہے، تو اسے ضرور روکنا چاہیے"۔ پس جب ایک مسلمان افسر یہ دیکھے کہ وہ اسلام کو نقصان پہنچنے سے روک سکتا ہے، تو اسے حرکت میں آنا چاہیے۔ وہ ضرورت پڑنے پر دشمن کی پیش قدمی کے خلاف تن تنہا بھی لڑتا ہے۔ وہ دوسروں کو ایسا کرنے کے لیے جمع کرتا ہے، اگر وہ انہیں ڈھونڈ سکتا ہو۔ جو کچھ بھی میسر ہو، وہ اسے پکڑ لیتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرتا ہے۔ وہ اپنی پوری کوشش کرتا ہے، تاکہ وہ بغیر کسی الزام کے اپنے رب سے ملاقات کرے، اور اس سے رحمت و بخشش کی التجا کر سکے۔

مسلمان افسر یہ عذر نہیں کر سکتا کہ وہ یہ کام اس لیے نہیں کرے گا کیونکہ اسے اپنے مال یا خود کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ وہ یہ عذر نہیں کر سکتا کیونکہ خلافت کے قیام کی ذمہ داری زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جو قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے، تو مسلمان فوجی افسر اسے اپنے صحیح مقام پر رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی، **إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمْ**

الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ "جب تم تجارت کرنے لگو گے، بیلوں کی دُمیں پکڑ لو گے، زراعت و کھیتی باڑی کو پسند کرنے لگو گے اور جہاد کو ترک کر دو گے تو (اس وقت) اللہ تعالیٰ تم پر ذلت و خواری مسلط کر دے گا۔ اس (ذلت) کو تم سے اس وقت تک دور نہیں فرمائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف پلٹ نہیں آؤ گے۔" (ابو داؤد، ابن تیمیہ)۔ پس مسلمان فوجی افسر ایک جنگجو جیسا مضبوط دل رکھتا ہے۔ اس کا دل دنیا میں کھوئے ہوئے آدمی جیسا کمزور دل نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے، ایک لمحے کے نوٹس پر قربانی اور جدوجہد کے مواقع تلاش کرتا ہے۔ وہ آسائشوں اور دولت سے چمٹا نہیں رہتا۔ وہ ہر روز اپنے رب سے ملاقات کے لیے خود کو تیار کرتا ہے۔ اگرچہ وہ دشمن یا آزمائش کا سامنا کرنے کی تمنا نہیں کرتا، لیکن وہ ایک شہید کے طور پر مرنے کی دل سے دعا کرتا ہے۔ یہی وہ جنگجو ہیں جو تبدیلی کو ممکن بنائیں گے اور ذاتی طور پر تبدیلی کے عمل کی قیادت کریں گے۔ کوئی کم حوصلہ اور کمزور مرد یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔

اے افواج پاکستان کے مسلمانو! ابھی پانی سر سے گزرا نہیں ہے۔ کفار کے ساتھ اتحاد سے منہ موڑ لو۔ اسلام کو عملی حکمرانی کے منصب پر پہنچا دو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے کوشش کرو۔ حزب التحریر کو ابھی اپنی نُصرہ دو، تاکہ آپ حقیقی تبدیلی کے لیے منصوبہ بندی اور عمل کر سکو۔

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(243-245)

جلیل قدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَشْكُرُونَ (243) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيم(244) مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (245)﴾

"کیا تمھیں ان لوگوں کا حال نہیں معلوم جو موت سے بچنے کے لیے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: "مر جاؤ" پھر انھیں زندہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے اور اللہ کے راستے میں قتال کرو اور یقین رکھو کہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے، تاکہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ کہیں زیادہ ہو جائے؟ اور اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی وسعت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹایا جائے گا"۔

ان آیات کریمہ میں:

1۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے خطاب فرماتے ہیں تاکہ وہ اس قوم کی مثال سے سبق حاصل کریں جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور جنھوں نے ان کے علاقے کی طرف بڑھتے حملہ آور دشمن کے خوف سے اپنا گھر بار چھوڑ دیا تھا اور اپنی جانیں بچانے کے لیے دشمن کا سامنا کرنے سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے، جب وہ ایک علاقے میں پہنچے جو ان کے خیال میں پر امن تھا تو اپنی جانوں کی حفاظت کے لیے وہیں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد انہیں ناگہانی اس موت نے آلیا جس سے بھاگ کر وہ اس پر امن علاقے میں آ گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان

کو پھر زندہ کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی جلانے والا اور موت دینے والا ہے اور یہ بھی جان لیں کہ جب ان کے مقررہ اوقات آجائیں تو وہ لمحہ بھر کے لیے نہ اس سے پیچھے ہو سکتے ہیں نہ آگے۔

اور اس میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ یقین دہانی کرانے کے لیے کہ موت سے کوئی چھٹکارا نہیں، ﴿**أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ**﴾ **"تم جہاں بھی ہوگے (ایک نہ ایک دن) موت تمھیں جا پکڑے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ رہ رہے ہو"** (النساء: 78)۔ چنانچہ ایک مومن قتال کی طرف لپکتا ہے تاکہ وہ دو بھلائیوں میں سے ایک کو پا سکے۔ وہ جہاد کو چھوڑ کر پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ نہیں بیٹھتا جبکہ وہ یہ جانتا ہے کہ جنگ کو چھوڑ کر بیٹھ جانے سے قریب آئی موت نہیں ٹلتی، ﴿**اَلَّذِينَ قَالُوا لِأَخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ**﴾ **"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے (شہید) بھائیوں سے متعلق بیٹھے بیٹھے یہ باتیں بناتے ہیں کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے، کہہ دو کہ: اگر تم سچے ہو تو خود اپنے آپ ہی سے موت کو ٹال دینا"** (آل عمران: 168)۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ آیت کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی آیتوں سے ان کو یاد دہانی کراتا ہے اور انھیں ان باتوں کی خبر دیتا ہے جو دونوں جہانوں میں ان کی کامیابی اور کامرانی سے متعلق ہیں، لیکن اس کے باوجود عبرت حاصل کرنے والے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھوڑے ہی ہیں، کافروں کے مقابلے میں بہت کم۔ یہ مضمون آیت کے اس ٹکڑے میں بیان کیا گیا ہے: ﴿**إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ**﴾ **"بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان ہیں لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے"**۔

﴿**أَلَمْ تَرَ**﴾ **"کیا تم نے نہیں دیکھا"**، یہ استفہام ہے، یہاں یہ توثیق اور تعجب کے اظہار کے لیے ہے اور یہ اسلوب اس شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو سر کی آنکھوں سے کسی حقیقت کو دیکھ چکا ہو اور آپ اس کی دیکھی ہوئی حقیقت اس کو یاد دلائیں تاکہ اس حقیقت کی توثیق کی جائے اور اس پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا جائے، اسی طرح اس اسلوب کا استعمال ایسے شخص کے لیے بھی کیا جاتا ہے جس کے لیے آپ ایک واقعہ نقل کریں تاکہ اس کو اس حقیقت کا

اس طرح ادراک ہو جائے جیسے اس نے اس حقیقت کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہو اور اس سے تعجب کیا جائے، یہاں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دی جن کی مثال بیان کی ہے۔ یہ خبر دینا اس انداز سے ہے جیسے آپ ﷺ نے ان کو اپنے سامنے خود ملاحظہ کیا ہے تاکہ اس سے عبرت حاصل کی جائے اور ان کی حالت پر تعجب کیا جائے۔ اس وجہ سے رؤیت کو حرفِ جر (اِلیٰ) سے متعدی کیا گیا یعنی ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى﴾ یہی وجہ ہے کہ اب یہ ادراک اور سمجھ کے معنی میں ہو گیا ہے، اگر یہاں حقیقی رؤیت مراد ہوتی تو اس کو حرف جر سے متعدی نہ کیا جاتا بلکہ تب یہ بلاواسطہ بذات خود متعدی ہوتا ہے۔

﴿خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ **"وہ اپنے علاقوں سے نکلے"**، اللہ تعالیٰ نے ان کے نکلنے کا سبب نہیں بیان فرمایا۔ کچھ ایسی روایات آئی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے علاقے سے کیوں نکل گئے تھے؟ اور ان کے نکل جانے کا سبب بیان کرتی ہیں، ان میں کوئی ایسی روایت نہیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ ان میں سے کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موت کے خوف سے بھاگ کھڑے ہو گئے تھے یعنی وباء اور طاعون کے خوف سے اور بعض روایات بتلاتی ہیں کہ وہ دشمن کے خوف سے بھاگ گئے تھے، تاہم ان آیات کے اسلوب اور بیان کے مطابق راجح یہ ہے کہ ان کے نکل جانے کا سبب حملہ آور دشمن کا سامنا کرنے کے خوف سے بھاگنا تھا، کیونکہ اگلی آیت قتال کے بیان کے لیے ہے یعنی ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ **"اور تم سب اللہ کی راہ میں قتال کرو"**۔

﴿وَهُمْ أُلُوفٌ﴾ **"اور وہ ہزاروں میں تھے"**، یہ الفاظ اس کی دلیل ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، لیکن وہ ایمان کی کمزوری کی وجہ سے حملہ آور دشمن کا سامنا کرنے سے کترا کر بھاگ گئے تھے۔ کیونکہ یہاں جمع کثرت ﴿أُلُوفٌ﴾ استعمال کیا گیا ہے، (آلَافٌ) نہیں آیا ہے جو کہ جمع قلت ہے۔

ان کی تعداد کے بارے میں اگرچہ کچھ روایات ذکر کی گئی ہیں لیکن ان کی سند ثابت نہیں، البتہ راجح یہ ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے اوپر تھی کیونکہ عرب لوگ ہزار سے دس ہزار تک کے لیے (أُلُوفٌ) کا صیغہ استعمال نہیں کرتے بلکہ اس کے لیے جمع قلت (آلَافٌ) استعمال کرتے ہیں جس کا وزن اَفعال ہے۔ اور جمع کثرت وہاں استعمال کی

جاتی ہے جہاں تعداد دس ہزار سے اوپر ہو اس لیے (أُلُوفٌ) کے صیغہ سے اس کی جمع لائی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تعداد کے بارے میں آخری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی جو دس ہزار سے بھی متجاوز تھی۔

﴿حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ **"موت کے ڈر سے"**، کہ اگر وہ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کریں گے تو وہ انہیں قتل کر دیں گے۔

2۔اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے: **﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيم﴾ "اور اللہ کے راستے میں لڑو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے"**۔ لہٰذا یہ واجب ہے کہ قتال سچی اور اللہ کے لیے خالص نیت کے ساتھ کیا جائے، کسی مصلحت، شہرت یا دکھلاوے کے لیے نہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ صرف اس جہاد کو قبول فرماتے ہیں جو خالص ان کے لیے کیا جائے، ایسا جہاد ہی فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا قتال، قتال فی سبیل اللہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **((من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله)) "جو اس لیے لڑا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو (اللہ کا بول بالا ہو) تو وہ فی سبیل اللہ ہے"** (بخاری و مسلم)۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جو اس کی مدد کرے، وہ اس کی مدد کرتا ہے اور وہ نیت کی سچائی اور اس کی طرف خالص توجہ کو جانتا ہے، کوئی شے اس سے مخفی نہیں۔

3۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اللہ کے راستے میں جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ کہ اس کا اجر اللہ کے ہاں بڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس انفاق اور خرچ کو اللہ کو قرض دینے سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر اس لیے اختیار کی گئی تاکہ اس خرچ پر ملنے والے ثواب پر دلالت کرے۔

اور یہ کہ خرچ کرنے والا اس سے نہ ڈرے کہ اس خرچ میں اس کا خرچ شدہ مال ضائع ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو رزق کو گھٹاتا اور بڑھاتا ہے اور وہ سبحانہ وتعالیٰ وہ ہے کہ بندے کو اس کے خرچ کا بدلہ دیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: **((ما من يوم الا و ينزل ملك بامر الله ليعطى منفقاً خلفاً و ممسكاً تلفاً)) "ہر روز اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے تاکہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور مال روکنے والے کو**

بربادی دے"۔اور دنیا میں یہ بدلہ آخرت کے بڑے اجر کے علاوہ ہے اور وہ دن ضرور آنے والا ہے جس میں لوگ اپنے رب کے پاس لوٹ کر جائیں گے۔ یہ مضمون آیت کے اس حصے میں بیان ہوا ہے: ﴿ **وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** ﴾ **"اور اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی وسعت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹایا جائے گا"**۔

﴿**مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً**﴾ **"کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے تاکہ اللہ اس کے لیے اُسے دگنا کردے"**، اس میں ﴿**يضاعفَهُ**﴾ **"وہ اسے بڑھا دے"**، جواب استفہام ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا ہے۔ جیسے آپ کسی سے کہہ دیں، من اخوک فنکرمَہ، "تیرا بھائی کون ہے تاکہ ہم اس کا اکرام کریں"۔ کیونکہ جب استفہام کے جواب میں حرف فاء آجائے تو فاء کے مدخول میں منصوب ہونا زیادہ فصیح ہے، بشرطیکہ اس سے قبل کوئی ایسا فعل نہ ہو جو اس پر معطوف ہو۔

ابو حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت ﴿**مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ**﴾ **"جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ان (کے خرچ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے"** (البقرۃ: 261)، نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((رب زد امتی))** **"اے میرے رب میری امت کے لیے اور بڑھادے"**، تو یہ آیت ﴿**مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً** ﴾ **"کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے، تاکہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ کہیں زیادہ ہو جائے؟"** کی آیت نازل ہوئی۔ پھر عرض کی: **((رب زد امتی))** **"اے میرے رب میری امت کے لیے اور بڑھادے"**، تو یہ آیت ﴿**إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ اَجرَهُم بِغَيرِ حِسَابٍ**﴾ **"حقیقت یہ ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا"** (الزمر: 10) نازل ہوئی۔

اس میں ان لوگوں کے لیے اجر عظیم کا ذکر ہے جو مخلص ہو کر اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سچی دوستی ہونے کی وجہ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ﴾ **"اللہ تعالیٰ رزق کو وسیع اور تنگ کرتا ہے"**، اس لیے مؤمن زمین میں رزق کی تلاش کے لیے کوشش کرتا ہے اور اللہ کی تقسیم پر راضی اور مطمئن ہوتا ہے، کیونکہ رزق اللہ سبحانہ وتعالی کے ہاتھ میں ہے، ﴿إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو القُوَّةِ المَتِينُ﴾ **"بے شک اللہ ہی رزق دینے والا، قوت والا اور مستحکم ہے"** (الذاریات: 57)۔

فہرست

جہاد اسلام کا وہ جنگی اقدام ہے جو خلافت کو مسلسل وسعت دیتا ہے

مصعب عمیر-پاکستان

تعارف: اسلام کے فیض کو عام کرنے کے لئے دعوت اور جہاد

جہاد (جنگی کاروائی) کرنا اسلام کے اولین فرائض میں سے ایک ہے۔ اس شخص کے لئے عظیم اجر و ثواب ہے جو دورانِ جہاد شہید ہو جائے یا وہ جو فتح سے ہمکنار ہو۔ جنگی اقدام (جہاد) کے ذریعے خلافت کو پھیلانا قرآنِ کریم، سُنتِ نبوی ﷺ اور اجماعِ صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اسلام کی شاندار تاریخ میں، مسلمانوں نے بے شمار لوگوں کو انسان کے بنائے ہوئے قانون کے ظلم سے نجات دلاتے ہوئے بہت سے علاقوں کو اسلام کے لئے کھولا۔ خلافت نے تمام انسانیت کے لئے اسلام کے نور کی عام دعوت پیش کی۔ جب کسی خطہ میں (اسلام کے لئے) ایک ماحول بن جاتا تھا تو خلافت وہاں پر جنگی کاروائی (جہاد) کے ذریعے ہی اسلام کے نفاذ کے راستے میں حائل مادی رکاوٹوں کو دُور کیا کرتی تھی۔ اس طرح، غیر مسلموں کیلئے ان کے مذہب، جائیدادوں اور جانوں کو تحفظ دے کر اُن کی مرضی سے اسلام قبول کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔ یہ وہ اسلامی فوجی نظریہ ہے جسے مسلمانوں نے صدیوں تک اپنائے رکھا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد کا نظریہ مغربی استعمار کے جنگ و جدل کے نظریے سے کوسوں دُور ہے جن کا مقصد علاقوں کی لوٹ مار، زمینیں ہڑپ کرنا اور ان کے لوگوں کے قتلِ عام کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا، مسلمانوں کو جہاد کے حوالے سے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے، جب وہ اس بیانیے سے باز آئیں کہ مسلمانوں کی تمام سرحدوں کا متعین اور مستقل ہونا لازم ہے اور یہ کہ ان میں کبھی توسیع نہیں ہونی چاہئے۔ مسلمانوں کو جہاد کو ویسے ہی سمجھنا چاہئے جیسا کہ اس کا اصل مقصد ہے۔ جہاد، اسلام کی دی ہوئی ہدایت کو پوری انسانیت تک پھیلانے کے لئے اقدامی ہونے کے ساتھ ساتھ دفاعی بھی ہوتا ہے۔

اقدامی جہاد انسانیت کے لئے رحمت لے کر آیا ہے

خلافتِ اسلامیہ نے اسلام کے نور سے ظالم حکمرانوں اور ان کے ظلم کو ختم کرتے ہوئے اور لوگوں کو نجات دلاتے ہوئے ہمیشہ اقدامی جہاد کا رویہ رَوا رکھا۔ مستشرقین (Orientalist) کا یہ دعوٰی، کہ اسلام نے زبردستی غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا، سراسر غلط ہے۔ خلافت کے سائے تلے، غیر مسلم شہری اپنے مسلمان حکمرانوں کی کسی بھی قسم کی زیادتی سے محفوظ ہوں گے، کیونکہ اسلام خود غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے اور اسلام نے ان حقوق کو واجب التعمیل گردانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، **«أَلا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللَّهِ، فَلا يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا »** **"بے شک، جس نے کسی ایسے شخص کو ناحق قتل کیا جس کے ساتھ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امان کا معاہدہ تھا، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے معاہدہ کی نافرمانی کی، پس وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا، اگرچہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت کے فاصلے سے سونگھی جاسکتی ہے"** (ترمذی)۔

اس طرح، اسلام نے ریاستِ خلافت میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کے مکمل تحفظ کو یقینی بنایا، یعنی ان کی جان اور مال کا تحفظ؛ اور اسلام نے ان کے انفرادی مذہبی معاملات کے حوالے سے کسی قسم کی زور زبردستی کو منع فرما دیا۔ جنوبی عراق میں سیف اللہ، خالد بن الولیدؓ کے **الحِرا** کو فتح کرنے کے فوراً بعد، انہوں نے خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور یہ بتایا کہ انہوں نے کس طرح سے جزیہ کا نفاذ کر دیا ہے لیکن اس (جزیہ) کے لئے یہ کہتے ہوئے، ان غیر مسلموں کو مستثنیٰ قرار دے دیا ہے جو غریب نادار، بوڑھے اور معذور ہیں، **طُرِحَتْ جزيتُه وعيلَ من بيت مال المسلمين وعياله** **"جو جزیہ سے مستثنیٰ ہیں، ان کی ان کے اپنے خاندان سمیت مسلمانوں کے بیت المال سے کفالت کی جائے گی"**۔

لوگوں کے لئے اسلام میں داخل ہونے کی راہ کو ہموار کرتے ہوئے، خلافت نے ان علاقوں کی دیکھ بھال کا خیال رکھا جو فتح کئے گئے تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں، غیر مسلموں کو جزیہ میں نرمی دینے کے لئے فنڈز مختص کئے گئے تھے۔ امام ابو عبید القاسم کی تصنیف، کتاب الاموال میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حوالے سے روایت ہے، كتب عمر بن عبد العزيز إلى عبد الحميد بن عبد الرحمن وهو بالعراق أن أخرج للناس أعطياتهم، فكتب إليه عبد الحميد إني قد أخرجت للناس أعطياتهم وقد بقي في بيت المال مال، فكتب إليه أن انظر كل من أدان في غير سفه ولا سرف فاقض عنه، قال: قد قضيت عنهم وبقي في بيت المال مال، فكتب إليه أن زوج كل شاب يريد الزواج، فكتب إليه: إني قد زوجت كل من وجدت وقد بقي في بيت مال المسلمين مال، فكتب إليه بعد مخرج هذا أن انظر من كانت عليه جزية فضعف عن أرضه، فأسلفه ما يقوى به على عمل أرضه، فإنا لا نريدهم لعام ولا لعامين ، "عمر بن عبدالعزیز نے عراق میں عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا۔ لوگوں کے لئے فنڈ اکٹھے کرو اور انہیں عطا کرو۔ عبدالحمید نے لکھا، " بے شک میں نے لوگوں کے لئے اکٹھا کیا ہے اور انہیں عطا کر دیا ہے اور باقی کو بیت المال میں رکھوا دیا ہے"۔ پس عمر نے اسے لکھا، "دیکھو جو کوئی بھی اپنی بے وقوفی یا اسراف (فضول خرچی) کے بغیر مقروض ہو، تو اس کا قرض ادا کر دو"۔ تو عبدالحمید نے جواب لکھا، "میں نے ان کا قرض ادا کر دیا ہے اور باقی مال کو بیت المال میں رکھوا دیا ہے"۔ پھر عمر نے اسے لکھا، "ہر اُس نوجوان کی شادی کرا دو جو شادی کا ارادہ رکھتا ہو"۔ تو عبدالحمید نے جواب لکھا، "میں جو بھی نوجوان ڈھونڈ سکا، میں نے اس کی شادی کروا دی اور باقی مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھوا دیا ہے"۔ پھر عمر نے لکھا، "ان سب اخراجات کے بعد، دیکھو جس پر جزیہ واجب ہو اور وہ اپنی زمین کے معاملے میں ضعیف ہو، تو اسے کچھ عطا کر دو جس سے اسے اپنے کام میں مدد اور حوصلہ ملے اور ہم ان سے ایک سال یا دو سال کے لئے کچھ نہیں چاہتے"۔

اگر کبھی ایسی نوبت آجائے کہ خلافت غیر مسلموں سے کئے گئے حفاظت کے معاہدے کو پورا کرنے سے قاصر ہو تو ایسی صورت میں جزیہ لینا جائز نہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ کس طرح غیر مسلموں نے بیرون ریاست (خلافت کے باہر) اپنے ہم مذہبوں سے بھی بڑھ کر فوقیت دیتے ہوئے خلافت کے ساتھ اپنی مضبوط وفاداری استوار کئے رکھی۔ شام کی سرزمین مسلمانوں کے ذریعے فتح یاب ہوئی تھی، لیکن چونکہ رومی عیسائی اس سرزمین کو دوبارہ

حاصل کرنے کے لئے فوجیں اکٹھی کر رہے تھے، تو عظیم صحابی، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ غیر مسلموں کی حفاظت کی ذمہ داری پورا نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے اس اعلان کے ساتھ جزیہ واپس لوٹا دیا گیا، وَإِنَّمَا رَدَدْنَا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ لِأَنَّا كَرِهْنَا أَنْ نَأْخُذَ أَمْوَالَكُمْ وَلَا نَمْنَعَ بِلَادَكُمْ "ہم نے تمہاری رقم تمہیں واپس لوٹا دی ہے کیونکہ اگر ہم تمہارے علاقوں کا دفاع نہ کر سکتے ہوں تو ہم تمہارا مال لینا پسند نہیں کرتے"۔ تو شام کے عیسائی، رومی عیسائیوں کا ساتھ دینے کی بجائے یہ پکار اُٹھے، رَدَّكُمُ اللهُ إلينا، ولَعَنَ اللهُ الذين كانوا يملكوننا من الروم، ولكن والله لو كانوا هم علينا ما ردُّوا علينا، ولكن غصبونا، وأخذوا ما قدَرُوا عليه من أموالنا، لَوِلايتُكُم وعدلُكم أحبُّ إلينا مما كنا فيه من الظلم والغُشْم" "اللہ تم لوگوں کو حفاظت کے ساتھ ہمارے پاس واپس لائے اور اللہ کی لعنت ہو ان پر جنہوں نے روم کی طرف سے ہم پر چڑھائی کی ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ ہم پر غلبہ پا لیتے تو وہ ہمیں واپس نہ کرتے لیکن ہمیں لوٹ لیتے اور ہمارے مال میں سے جو کچھ بھی لوٹ سکتے وہ چھین لیتے۔ بے شک تمہاری سرپرستی اور عدل ہمیں اس سے زیادہ عزیز ہے جو زندگی ہم ظلم اور مصیبت تلے گزارتے تھے"۔ یوں، خلافت فتح یاب ہو کر لوٹی اور صدیوں تک خلافت کے سائے تلے شام کے غیر مسلموں کا تحفظ کرتی رہی۔

جہاد کے لغوی معنی

لفظ 'جہاد' چار حروف پر مشتمل ہے جو کہ لفظ 'جَاهَدَ ' سے نکلا ہے جس کی حالتِ فعل (فِعال) ہے۔ یہ المفاعلة کے معانی میں آتا ہے یعنی دو فریقین کا باہمی فعل، جیسے کہ لفظ، الخِصَام (باہمی تنازعہ)، المُخَاصَمَة (باہمی تنازعہ) کے معانی میں ہے جس کا مصدر لفظ، فعل میں خاصم ہے۔ اسی طرح یہ لفظ، الجدال (باہمی لڑائی) کی طرح ہے جو کہ المجادلة (باہمی لڑائی) کے معانی میں ہے جس کا مصدر لفظ، فعل میں جادل ہے۔

لفظ، جہاد کا مصدر تین حروف کا لفظ ' جَهِد' ہے یعنی (جستجو کرنا)۔ القاموس المحيط کے مصنف کہتے ہیں کہ سہ جزوی فعل جیسے، الجَهد: الطاقة، ويُضَمُّ، والمشقة، "الجهد کے معانی طاقت، جوڑنا اور

مشقت کرنا ہیں"۔ لسان العرب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے : الجَهد «بالفتح» المشقة، والجُهد «بالضمّ» الطاقة، وفيه: الجهاد: استِفرَاغُ ما في الوسع والطاقة من قول أو فعل)، "الجَهدُ زَبر (الفتح) اور پیش کی آواز کے ساتھ، کے معانی مشقت کرنا کے ہیں، اور الجُهد، پیش (الضم) کے ساتھ اور پیش کی آواز کے ساتھ، کے معانی 'طاقت' کے ہیں۔ الجهاد کے معانی: قول و فعل میں سکت کے مطابق بھرپور طاقت کا استعمال کرنا کے ہیں"۔

صحیح بخاری پر اپنی تفسیر میں القسطلانیؒ بیان کرتے ہیں، الجهادُ بكسر الجيم، مصدر جاهدت العدوَّ مجاهدةً، وجهاداً، وأصله: جيهاداً، كقيتالاً، فخُفِّف بحذف الياء، وهو مشتق من الجَهد، بفتح الجيم، وهو التعب، والمشقة، لما فيه من ارتكابها، أو من الجُهد بالضم، وهو الطاقة، لأن كل واحدٍ منهما بذل طاقته في دفع صاحبه، "الجِهاد جیم کی زیر کے ساتھ ہے، یہ ایک مصدر لفظ ہے جس کے معانی دشمن سے لڑائی کرنا ہیں۔ لفظ جهاد، اصل میں جیهاد ہے، جس میں حرف 'ی' شامل ہے۔ یہ لفظ قیتال کہنے کی طرح ہے جس میں حرف 'ی' لفظ قیتال میں شامل ہے۔ پس حرف 'ی' حذف کیا گیا ہے تاکہ جہاد بولا جائے، جو کہ جیم پر فتح (زَبر) کے ساتھ الجَهد سے اخذ کردہ ہے جس کے معانی ایسے شخص کی تھکاوٹ اور مشقت کے ہیں جو ان کا ارتکاب کرتا ہے۔ یا پھر یہ لفظ، پیش (الضم) کے ساتھ الجُهد کے لفظ سے اخذ کردہ ہے جس کے معانی طاقت کے ہیں، کیونکہ ہر فریق اپنے آپ کے دفاع کے لئے زور لگا دیتا ہے"۔

تفسير النيسابوري میں بیان ہے: والصحيح أنَّ الجهاد: بذل المجهود في حصول المقصود، " صحیح رائے یہ ہے کہ لفظ جہاد کے معانی ہیں: مقصد کے حصول کی خاطر انتھک کوشش کرنا"۔

لغوی تعریف میں اللہ کی راہ میں جہاد شامل ہے، جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول میں ایک مسلمان کا جہاد کرنا۔ یا یہ شامل ہے کہ شیطان کی راہ میں جہاد کرنا جیسے ایک کافر کا دوسروں کے خلاف جہاد کرنا۔

قرآنِ پاک سے اخذ کردہ، جہاد کے شرعی معانی

مکی دور کی آیات میں استعمال ہونے والا لفظ 'الجهاد' اس کے عمومی لغوی معنی کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایسی تین آیات سورۃ العنکبوت کی ہیں، ﴿وَمَن جَـٰهَدَ فَإِنَّمَا يُجَـٰهِدُ لِنَفْسِهِ﴾ **"اور جو کوئی بھی کوشش (جٰهد) کرتا ہے، پس وہ صرف اپنے (فائدہ) لئے کوشش کرتا ہے..."** (العنکبوت؛29:6)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ﴿وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ "اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں کہ تو میرا شریک مان، جس کی تجھ کو خبر نہیں، تو اُن کا کہانہ مان، اور دستور کے ساتھ دنیا میں اُن کا ساتھ دے" (لقمٰن؛31:15)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ "اور جنہوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم انہیں ہماری راہوں میں ہدایت دیں گے" (العنکبوت؛29:69)۔

تاہم، جہاں تک مدنی دور کی آیات میں لفظ، 'الجهاد' کے وارد ہونے کا ذکر ہے، تو چھبیس آیات ایسی ہیں جو کہ واضح طور پر اس کے معانی قتال کرنے کے بیان کرتی ہیں۔ اُن آیات میں سے ایک سورۃ النساء میں ذکر ہے، ﴿لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ **"برابر نہیں (گھروں میں) بیٹھنے والے مسلمان جن کو بدن کا کچھ نقصان نہیں، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑنے والے مسلمان۔ اللہ نے اپنے مال اور جان سے لڑنے والوں کو درجہ میں اُن پر بڑائی دی جو بیٹھے رہتے ہیں۔ اور اللہ نے سب کو بہترین اجر کا وعدہ دیا۔ اور اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا"** (النسآء؛4:95)۔ اس آیتِ مبارکہ میں یہ بات واضح ہے کہ لفظ 'جہاد' کے معانی قتال (لڑائی) کے لئے مخصوص ہیں اور اُن پر ترجیح دی گئی ہے جو جہاد کے لئے نکلے بغیر پیچھے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔

مدنی دور کی سورتوں میں ایک سورۃ الصف ہے جس میں سورۃ کے شروع میں قتال کا ذکر آیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾

"بے شک اللہ اُن سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ قطار باندھے میں لڑتے ہیں، جیسے وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں" (الصف؛ 61:4)۔

اس کے بعد، ان دو آیات (آیت 10 اور 11) میں لڑائی کو جہاد کا نام لیتے ہوئے قتال کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے، **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (10) تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ "اے ایمان والو! میں تم کو ایک تجارت بتاؤں جو کہ تم کو دُکھ کی مار سے بچاتی ہو؟ ایمان لاؤ، اللہ پر اور اس کے رسول پر، اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو"** (الصف؛ 61:10-11)۔

اوپر بیان کردہ مدنی دور کی آیات میں لفظ 'جہاد' کے حوالے سے یہ سب وارد ہوا ہے جس میں ہم واضح طور سے دیکھ سکتے ہیں کہ یہ آیات خاص طور سے قتال کی طرف نشاندہی کرتی ہیں۔ ان آیات میں یہ بھی شامل ہے جو کہ قتال کے لئے فطری کیفیت کے طور پر مال کو خرچ کرنے کے حوالے سے ضروری ہے کیونکہ قتال کے ساز وسامان کی تیاری کے لئے مال ضروری ہے، یا خود قتال کے لئے آگے بڑھنے کے لئے بھی مال ضروری ہے اور اس کے فرض ہونے کی کیفیت پیش کرنے کے لئے جو کہ کفار تک دعوت کا پہنچانا ہے۔ جیسا کہ کتاب، 'مغني المحتاج ' میں ذکر ہوا ہے، کفار کو اسلام کی طرف دعوت کے بغیر قتال شروع کرنا جائز نہیں۔ پس، خلافت تمام اقوام کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا آغاز کرے گی اور جب ماحول سازگار ہو جائے گا تو اسلام کے نفاذ کی راہ میں حائل مادی رکاوٹوں کو (اگر کوئی ہوں تو) جہاد کے ذریعے ہی دُور کرے گی۔

سُنتِ نبوی کے مطابق جہاد کے شرعی معانی

سُنتِ نبوی ﷺ میں لفظ 'جہاد' اس شرعی معانی کے ساتھ آیا ہے جو کہ قتال کے ہیں اور یہی اس کا مفہوم ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: لوگوں نے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ایسا عمل بتایئے جو اللہ کی رہ میں

جہاد کے مساوی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لا تطیقونه "تم وہ عمل نہ کر پاؤ گے"**۔ لوگوں نے کہا: 'یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں اس عمل کی بابت بتلایئے تاکہ شاید ہم اسے ادا کرنے کے قابل ہو سکیں'۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَلَا صَلَاةٍ حَتَّى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ المجاهد»** **"اللہ کی راہ میں لڑنے والے مجاہد کی مثال اُس شخص جیسی ہے جو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے، جو متواتر اللہ کی آیات کی تلاوت کرے اور صوم وصلوۃ میں نہ تھکے اور صدقہ کرے حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا وہ مجاہد واپس (اپنے گھر) آجائے"**۔ اس حدیثِ مبارکہ کے اعتبار سے یہ واضح ہے کہ سوال اس شخص کے حوالے سے تھا جو جہاد میں مصروف ہے، یعنی خاص طور پر وہ جو شخص جو اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے اور جواب سے بھی ان معانی کی وضاحت ہو گئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«حَتَّى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ» "حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا وہ مجاہد واپس (اپنے گھر) آجائے"**۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لوگوں نے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ! کونسا جہاد سب سے بہترین ہے؟' آپ ﷺ نے فرمایا، **«من عُقِرَ جَوادُه وأُهرِق دَمُه!» "(اس شخص کا جہاد) جس کا خون بہہ جائے اور اس کا گھوڑا زخمی ہو جائے"**۔

عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، **«لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللَّهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيلِهِمْ قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلاَّ يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلاَ يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾. إِلَى آخِرِ الآيَةِ»** **" جب اُحد کے دن تمہارے بھائی مغلوب (مارے گئے) ہو گئے، اللہ نے اُن کی ارواح کو سبز رنگ کے پرندوں کے بدن میں رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر لوٹتے ہیں، اس کے میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں معلق سونے کی قندیلوں میں گھونسلہ بنا کر رہتے ہیں۔ پھر جب انہوں نے سیر ہو کر (جنت کا میوہ) کھالیا اور مشروب پی لئے اور آرام کر لیا، تو انہوں نے کہا: کون ہے جو ہمارے**

بھائیوں کو ہمارے بارے میں بتائے گا کہ ہم جنت میں رزق کی فراہمی کے ساتھ زندہ ہیں، تاکہ کہیں وہ جہاد کو ترک نہ کردیں اور جنگ سے پیچھے نہ ہٹ جائیں؟ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہارے بارے میں بتاؤں گا؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ نے یہ آیت نازل کی؛ ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ خیال نہ کرو"۔(آیت کے آخر تک)[اقتباس ختم]

کلاسیکل فقہاء کی رائے میں جہاد کے شرعی معانی

اس طرح، الہامی عبارتوں اور دیگر دوسرے الہامی متن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شریعت نے لفظ 'جہاد' کو اس کے عمومی لغوی معنی سے بدل کر ایک خاص معانی میں منتقل کردیا ہے، جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں قتال کرنا ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، یہ خاص معانی، لفظ 'جہاد' کے گرد دوسرے کسی بھی اظہار سے ہٹ کر جہاد کے معانی کو جنگ، فتح اور قتال میں ہی تشکیل دیتے ہیں۔ یہاں جہاد کی تعریف کرنے کے لئے ایک کے بعد دوسرے شرعی مصادر ہیں جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں قتال کے معانی میں ہیں۔ درج ذیل میں اصول الفقہ کی کتابوں سے چند اقتباسات لئے گئے ہیں جو کہ جہاد کے شرعی معانی اور اس کے احکام کے متعلق ہیں۔

اصول الفقہ کی حنفی کتاب، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (شرعی ترتیب میں تخلیقی صناعیاں)، میں ذکر ہے، أما الجهاد في اللغة فعبارة عن بَذل الجهد وفي عرف الشرع يستعمل في بَذل الوُسع والطاقة بالقتال في سبيل الله عز وجل بالنفس والمال واللسان أو غير ذلك، " جہاں تک جہاد کا ذکر ہے، اس کے لغوی معنی جدوجہد کرنا ہیں۔ عُرفِ شریعہ کی تعریف میں، یہ لفظ استطاعت کے مطابق اللہ عزوجل کی راہ میں قتال کے لئے اپنی جان، مال، زبان اور اس کے علاوہ سب کچھ لگا دینا ہیں"۔

اصول الفقہ کی مالکی کتاب، منح الجليل میں ذکر ہے: الجهاد: أي، قتال مسلم كافراً غير ذي عهدٍ، لإعلاء كلمة الله تعالى أو حُضُورُه له [أي: للقتال] أو دُخُوله أرضه [أي أرض الكافر] له [أي: للقتال] قاله ابن عرفة ؛ " جہاد: ایک مسلمان اور غیر معاہد کافر کے مابین قتال ہے

تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو یا قتال میں شمولیت کرنا یا کفار کی سرزمین میں قتال کے لئے داخل ہونا ہے۔ یہ قول ابن عرفہ کا ہے"۔

اصول الفقہ کی شافعی کتاب، الإقناع، میں جہاد کی تعریف کے حوالے سے مذکور ہوا ہے، أي: القتال في سبيل الله، "یہ اللہ کی راہ میں قتال کرنا ہے"۔ شیرازی اپنی تصنیف، المهذب ، میں تصدیق کرتے ہیں کہ: أن الجهاد هو القتال، "بے شک؛ جہاد تو بس قتال ہے"۔

جہاں تک اصول الفقہ کی حنبلی کتاب، المغني، میں جہاد کا ذکر ہے تو کتاب کے مصنف، ابن قدامہ نے 'جہاد کے باب' میں کفار سے جنگ اور قتال کے علاوہ کوئی اور معانی ذکر نہیں کئے۔ انہوں نے اس موضوع پر بات کی ہے کہ آیا جہاد ایک اجتماعی فرض ہے یا کہ ایک انفرادی، آیا یہ مؤمنین کا دشمن سے دفاع کے فہم کے ساتھ ہے یا پھر سرحدوں کی حفاظت (رباط) کے فہم میں ہے۔ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں، الرباط أصل الجهاد وفرعه، "رباط (سرحدوں کی حفاظت) کرنا جہاد کی اصل اور شاخ ہے"۔ اور وہ بیان کرتے ہیں، إذا جاء العدو صار الجهاد عليهم فَرض عين... فإذا ثبت هذا فإنهم لا يخرجون إلا بإذن الأمير لأن أمر الحرب موكول إليه " اگر کوئی دشمن آن پہنچے، تو ان پر جہاد کرنا فرضِ عین بن جاتا ہے۔۔۔ اور یہ ثابت ہے کہ وہ صرف امیر کی اجازت سے آگے بڑھیں گے کیونکہ جنگ کے امور اُسی (امیر) کے سپرد ہیں"۔

پس، لفظ 'جہاد' اپنے لغوی معانی سے منتقل ہو کر شرعی معانی میں اس طرح سے آگیا ہے کہ جب بھی اس لفظ کا ذکر ہوتا ہے، اس کا فہم صرف قتال کی صورت میں لیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کے مطابق اسلام کو پھیلانے کے لئے جہاد اقدامی ہوتا ہے

سورۃ التوبۃ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں؛ ﴿انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ **"نکلو (آگے بڑھو) ہلکے اور بوجھل، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے لڑو۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے"**

(التوبة؛ 9:41)۔ آگے بڑھنے کے حکم کے بعد جہاد کا حکم، یعنی باہر نکلنے کا مطلب ہے کہ لفظ 'جہاد' قتال کرنا ہے۔ قتال کے حوالے سے یہ سورۃ توبہ کی دوسری آیتوں میں سے ہے۔

جہاد کے لئے قرآنی دلیل ایک عمومی دلیل ہے اور دفاعی جہاد اور اقدامی جہاد سمیت یہ دلیل قطعی ہے یعنی اس میں دشمن سے قتال کے اقدامات، دفاعی جنگیں اور دیگر شامل ہیں۔ اس دلیل کی عمومیت اور قطعی ہونے کی وجہ سے اس میں دشمن کے خلاف قتال کی تمام اقسام شامل ہیں۔ لہٰذا جہاد کی تخصیص کرنا یا اقدامی جہاد کو علیحدہ کرتے ہوئے، جہاد کو دفاعی جنگ تک محدود کرنے کا تقاضا ہے کہ اس کی تخصیص یا حدود کے لئے الہامی عبارت ہو۔ نہ ہی قرآنِ مجید میں اور نہ ہی سُنت مبارکہ سے ایسے کوئی الہامی الفاظ ثابت ہیں جو جہاد کی تخصیص یا اسے محدود کرتے ہوں۔ لہٰذا جہاد اپنے عمومی فہم میں ہی رہتا ہے جس میں تمام قسم کی جنگیں اور دشمن سے قتال شامل ہیں۔

جہاں تک اس آیت کا ذکر ہے، ﴿وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ **"اور اگر وہ صُلح کی طرف جھکیں، تو تُم بھی اسی طرف جُھکو"** (الانفال؛ 8:61)، تو سورۃ توبۃ میں آیات کی عمومیت کی تخصیص نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ اس کی قطعیت کو محدود کرتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ توبہ کی آیات سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ نزول میں جو پہلے آیا ہے وہ اس کی تخصیص یا اسے محدود نہیں کرتا جو کہ اس کے بعد نازل ہوا ہو۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ذکر ہے، ﴿وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ **"اور اگر وہ صُلح کی طرف جھکیں، تو تُم بھی اسی طرف جُھکو"** (الانفال؛ 8:61)، تو یہ آیت صلح وامن کے دوران کی ہے۔ جہاں تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد کا تعلق ہے، ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ **"ان سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے"** (التوبہ؛ 9:29) تو یہ آیت جنگ اور قتال کے دوران کی ہے۔ صلح اور لڑائی دو اکٹھا موجود ہونے والی حالتیں ہیں اور ایک حالت دوسری حالت کو منسوخ نہیں کرتی۔

سُنتِ نبوی ﷺ کے مطابق اقدامی جہاد

رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل حتمی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ جہاد، اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اللہ کی دعوت پھیلانے کے لئے کفار کے خلاف قتال کے لئے پہل کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ» "مجھے (اللہ کی جانب سے) لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا اله الا الله محمدا رسول الله، کی گواہی نہ دے دیں اور نماز ادا کریں اور زکوۃ دیتے رہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے، تو انہوں نے اپنی جانوں اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے اس کے جو اسلام کے حق میں ہے اور ان کا حساب تو اللہ کے پاس ہے" (بخاری)۔

جب بھی رسول اللہ ﷺ فوج کے لئے یا کسی معرکے کے لئے امیر مقرر کرتے، آپ ﷺ اسے نصیحت کرتے کہ وہ خود بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کی دیکھ بھال کا خیال رکھے۔ آپ ﷺ فرماتے؛ «اغْزُوَا بسمِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوَا فَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتَهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يُجْرَى عَلَيْهِمْ حُكْمُ الله الَّذِي يُجْرَى عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يُجْرَى عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هم أَبَوا فعلهم الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ» "اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں آگے بڑھو اور ان سے قتال کرو جو اللہ سے کُفر کرتے ہیں۔ آگے بڑھو اور مالِ غنیمت کے حوالے سے بددیانتی یا دغا بازی یا کسی کو تکلیف نہ دو یا کسی بچے کو قتل نہ کرو۔ جب مشرکین سے مڈ بھیڑ ہو جائے جو تمہارے دشمن ہیں تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو، اور اُن میں سے وہ جو بھی ماننے پر راضی ہوں تو اُن سے وہ قبول کر لو اور ان سے رُک جاؤ۔ پھر انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور اگر وہ اس پر راضی ہوں تو ان سے قبول

کرو اور اُن سے رُک جاؤ۔ پھر انہیں دعوت دو کہ وہ اپنے گھروں کو چھوڑ دین اور مہاجرین کے علاقوں میں منتقل ہو جائیں، اور انہیں یہ خبر دو کہ اُن کے ایسا کرنے سے ان کے بھی وہی حقوق اور ذمہ داریاں ملیں گی جو مہاجرین کے ہوتے ہیں، اور اگر انہوں نے منتقل ہونے سے انکار کیا تو انہیں یہ بتا دو کہ وہ صحرا کے اعرابی مسلمان کی طرح ہوں گے اللہ کے احکام کے ماتحت جو کہ مومنین پر لاگو ہوتے ہیں، لیکن مالِ غنیمت اور مالِ فَے میں ان کا کچھ حصہ نہ ہو گا جب تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد نہ کریں۔ اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو اور اگر وہ راضی ہوں تو ان سے قبول کرو اور ان سے رُک جاؤ؛ لیکن اگر وہ انکار کریں تو اللہ کی مدد و حمایت چاہو اور اُن سے قتال کرو" (مسلم)۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے اعمال کا تعلق ہے، تو آپ ﷺ کے بے شمار اعمال جہاد کو ثابت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا بدر کے لئے باہر نکلنا، تاکہ قریش کے قافلے سے سامنا ہو، ایک اقدامی قتال کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ واقعہ قتال کے لئے پہل کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔ قریش ایک اتھارٹی کی نمائندگی کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ یا مدینہ کے خلاف جارحیت کرتے جو کہ اس اقدام کو دفاعی بنا دیتی۔ اس کی بجائے آپ ﷺ نے ان سے قتال میں پہل کی۔ آپ ﷺ کا حنین کے علاقے میں ہوازن پر حملہ کرنا، آپ ﷺ کا طائف کا محاصرہ کرنا، رومیوں سے قتال کے لئے مؤتہ کا معرکہ اور غزوۂ تبوک کی مثالیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ جہاد کفار کے خلاف قتال کا اقدام کرنا ہے۔ لہٰذا اس طرح، یہ دعوٰی مسترد ہے کہ جہاد دفاعی ہوتا ہے۔

اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق اقدامی جہاد

صحابہ کرام کا اجماع یہ ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سیکھا اور اسے ہم تک کسی روایت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پہنچانے کی بجائے، صحابہ اجمعینؓ نے اسے اپنے اجماع سے منتقل کیا یعنی صحابہ کرامؓ کے اجماع نے سنت کو پہنچانے کی جگہ لی۔ اسی لئے اجماعِ صحابہؓ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ایک دلیل ہے یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جو ہم تک کسی روایت کے ذریعے ایک عبارت کی شکل میں نہ پہنچی لیکن اس

حکم سے متعلق صحابہ کرامؓ کا متفقہ اجماع ہم تک پہنچا ہے۔ لہٰذا، اجماعِ صحابہؓ سنت کی ایک ایسی دلیل کی طرح ہے جو روایت نہ کی گئی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا یہ اجماع ہے کہ اسلام کو پھیلانے کے لئے جہاد کرنا اللہ کی راہ میں قتال کرنا ہے اور یہ کہ جہاد قتال میں پہل کرنا ہوتا ہے۔ اس کے کثرت سے ثبوتوں میں عراق، فارس، شام، مصر اور شمالی افریقہ کے علاقوں کا اسلام کے لئے کھُلنا شامل ہیں۔ یہ تمام علاقے صحابہ اجمعینؓ کے دور میں ان کے اجماع سے ہی کھولے گئے تھے۔ یہ اسلام کا اتنا وسیع پھیلاؤ ہی تھا کہ جس نے آج موجودہ ایک بڑی اسلامی امت کے ستون کی بنیادیں رکھی ہیں۔

نتیجہ: جہاد ریاستِ خلافت کے پھیلاؤ کو یقینی بناتا ہے

خلافت، دعوت اور جہاد کی عدم موجودگی میں، دنیا ایک جنگل بن چکی ہے جہاں مضبوط، کمزور کو نگل جاتا ہے۔ اسلام کے لئے نئے علاقے کھولنے کی بجائے، مسلمان اپنے ہی علاقوں پر قبضہ کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یہی عمل کا وقت ہے کہ اسلامی امت دینِ اسلام کے مطابق دنیا کی قیادت کرنے کے لئے اپنے اس فریضہ پر لوٹے اور انسان کے بنائے ہوئے قانون کے ظلم و جبر کا خاتمہ یقینی بنائے۔ اُمت کو لازمی طور پر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو بحال کرنا ہے کیونکہ یہ دین میں ایک فرض ہے۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو پوری دُنیا کے لئے اسلام کی دعوت کا آغاز کرے گی۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو، اسلام کے نفاذ میں حائل کسی بھی مادی رکاوٹ کو دُور کرنے کے لئے اسلامی فوجوں کو حرکت میں لاتے ہوئے اسلام کے فوجی نظریہ کا فہم بحال کرے گی۔

اس طرح، جبکہ موجودہ نظام پاکستان کو بھارت کی ایک جاگیر کی شکل میں دھکیل رہا ہے، جہاد کا احیاء کر کے بھارت کی جارحیت کا مستقل خاتمہ کرتے ہوئے خلافت، بھارت کو بھی اسلام کی حکمرانی تلے لے آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللَّهُ مِنْ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام »** " میری اُمت کے دو گروہوں کو (جہنم کی) اللہ نے

آگ سے نجات دے دی ہے: ایک وہ گروہ جو ہند کو فتح کرے گا اور ایک وہ گروہ جو عیسیٰ ابن مریمؑ کے ساتھ ہو گا"(احمد، النسائی)۔

مزید یہ کہ، نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت استعماری کافر ریاستوں کو چیلنج کرے گی جو اسلام کے خلاف جنگ برپا کئے ہوئے ہیں۔ خلافت، دنیا کی صفِ اول کی ریاست کا مقام حاصل کرتے ہوئے اور انسانیت کو انسان کے بنائے ہوئے کفریہ قانون کے ظلم واستحصال سے نجات دلاتے ہوئے، دنیا پر مسلط ان ریاستوں کے اثر ورسوخ کا خاتمہ کردے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ **«إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ أَوْ قَالَ إِنَّ رَبِّي زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ مُلْكَ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا »** **" بے شک اللہ نے مجھے زمین دکھائی، میں نے اس کے مشارق اور مغارب دیکھے، بے شک میری اُمت وہاں تک حکمرانی کرے گی جہاں تک مجھے دکھایا گیا"**(مسلم)۔

فہرست

کشمیر تاریخ کا وہ حصہ ہے جسے ہر گز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

انجنیئر معیز، پاکستان

تاریخ کی طاقت کو عموماً انتہائی حد تک کم اہمیت دی جاتی ہے اور جس وجہ سے تاریخ کو غیر اہم جانا جاتا ہے وہ یہ سوچ ہے کہ ماضی کی بنیاد پر مستقبل کی راہوں کا تعین نہیں کرنا چاہئے۔ آج کے دور کا انسان اس خیال سے اپنی ہتک محسوس کرتا ہے کہ ماضی سے اس کے حال اور مستقبل کا تعین کیا جانا چاہئے اور وہ اس خیال کے مخالف جانا چاہتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ماضی سے انسان کے حال اور مستقبل کو وضع کرنے کا تصور انسان کو اختیار دینے کی سوچ کے خلاف ہے، یعنی یہ کہ انسان خود اپنے مستقبل کا تعین کرے اور موجودہ حال میں اپنے فیصلے خود کرے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک غلط فہمی ہے کہ ماضی کی بنیاد پر مستقبل کا تعین کرنے کی سوچ انسان کے بااختیار ہونے کے تصور کے خلاف ہے۔ حالانکہ ماضی ایک ایسا سرمایہ ہے جو انسان کی پسند اور انتخاب کے لئے معلومات فراہم کرتا ہے۔ آج کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت ہم اپنے ماضی کی طرف ضرور دیکھتے ہیں کہ آیا کبھی ایسی صورتحال کا پہلے سامنا کرنا پڑا تھا اور آیا کہ اُس وقت بھی کیا ایسے ہی فیصلے کئے گئے تھے، اور اگر ایسا تھا تو اُن فیصلوں کے کیا نتائج نکلے تھے؛ اور اگر ایسی صورتحال پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی تو پھر آخر کیا وجہ تھی کہ ان جیسے فیصلوں سے ہمیشہ گریز کیا جاتا رہا تھا۔ اور ان کے کیا نتائج تھے؟ لہٰذا تاریخ تو ہمیشہ ایک رہنما، ایک استاد ہوتی ہے۔ لیکن تاریخ کی اہمیت اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ شاید تاریخ کا ہم پر سب سے طاقتور اثر یہ ہے کہ یہ ہمیں ایک پہچان دیتی ہے۔ یہ ہماری سب سے پہلی شناخت ہے۔ یہ ماضی ہی ہے جو ہمیں ہماری پہچان یعنی "ہم" کا نقش ڈالتا ہے، اور یہ ماضی ہی مجھے خود سے متعارف کراتا ہے کہ "میں" کون ہوں۔ اور ماضی سے تعلق کا یہی اصول سب کے لئے درست ہے چاہے وہ انفرادی طور پر کوئی انسان ہوں یا مجموعی طور پر اقوام۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم ماضی سے کنارہ کش بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ بہر حال، حال اور مستقبل کا تعلق اس پسند اور انتخاب سے ہے جو آج کی نسل کرتی ہے نہ کہ ماضی کی نسلیں۔ ہم اپنے ماضی کی پہچان کو بھی بھُلا سکتے ہیں کیونکہ ماضی تو صرف ہماری پہلی شناخت کا تعین کرتا ہے۔ بالآخر ہم اپنے فکری و عقلی اعتقاد کی بنیاد پر اپنی پہچان کا انتخاب خود کرتے ہیں۔

بھارت، پاکستان اور کشمیر بھی تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہندوؤں کی غُلامی میں نہیں رہ سکتے کیونکہ ان کا نظامِ حُکمرانی ظُلم، جَبر اور ناانصافی پر مبنی ہے۔ مسلمان ایک ایسی ریاست چاہتے تھے جہاں اقتدارِ اعلیٰ اسلام اور قوانینِ شریعت کو حاصل ہو اور اتھارٹی مسلمانوں کے پاس ہو۔ اور اپنے اِن مطالبات میں مسلمان، اپنے شاندار ماضی سے متأثر تھے جہاں مسلمانوں نے برِصغیر پر صدیوں تک اسلام کے ذریعے حکمرانی کی تھی۔

آج پاکستان جس قدر تگ ودَو اور جدوجہد کا سامنا کر رہا ہے وہ ہمارے ماضی سے متعلق ہی ہیں اور ہمارے انتخاب اور پسند کا اظہار کرتی ہیں۔ کیا پاکستان کو مغرب اور یورپ کے ماضی کے تجربات کی پیروی کرنی چاہئے اور سیکولرزم کو ریاست کے نظریہ کے طور پر اختیار کر لینا چاہئے؟ یا مسلمانوں کو اپنے شاندار اور بہترین ماضی پر فخر ہونا چاہئے اور انہیں خلافت کے دوبارہ قیام کا تقاضا کرنا چاہئے؟ ان میں سے کئی جدوجہدیں آپس میں جُڑی ہوئی ہیں۔

کشمیر بھی اسی تاریخ سے جُڑا ہے، جس میں مسلمانوں کی اپنے لئے ایک علیحدہ ریاست حاصل کرنے کی جدوجہد ہے۔ لیکن یہی مسئلہ کشمیر مغربی یورپ کی تاریخ کے حوالہ سے بھی ہے۔ اور اب یہ ہم پر ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؛ پاکستانی ریاست کی سیکولر عینک سے یا پھر اسلام کے مسلم بھائی چارہ کی نگاہ سے۔ اگر ہم پہلی پسند کا انتخاب کرتے ہیں، یعنی ہندوستان کے ساتھ امن، تو آزاد کشمیر کا علاقہ ہمارے پاس آتا ہے اور ہمیں جموں کشمیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی غُلامی کے حوالے کرنا ہوگا۔ لیکن اگر ہم دوسری پسند کا انتخاب کرتے ہیں تو ہمارے پاس اپنا کوئی اختیار نہیں؛ کیونکہ ایک مسلمان کسی بھی حالت میں اپنے مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا۔

اگر کشمیر میں مسلمانوں کا لہو بہہ رہا ہو تو امن ہر گز قائم نہیں ہو سکتا اور کوئی بھی سمجھوتہ تب تک نہیں ہو سکتا، جب تک کہ پُورا کا پُورا کشمیر آزاد نہ ہو جائے۔

ماضی کو کبھی بھی الگ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ماضی فیصلہ کن نہیں ہوتا، یہ انسان کو کسی عمل کے کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ ماضی تو صرف ہمیں ہماری منزلوں اور راہوں کا تعین کرنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے اور یہ یقیناً ہماری پسند اور ہمارا انتخاب ہی ہوتا ہے نہ کہ ماضی، جو ہمارے حال اور مستقبل کا تعین کرتا ہے۔

فہرست

نُصرَۃ کا حصول: خلافت کے قیام کے لیے اتھارٹی (اقتدار) حاصل کرنے کا شرعی طریقہ

الواعی میگزین شمارہ 258-259 سے ترجمہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اولین مسلمانوں کو عزت وشرف بخشا، انہیں اجر عظیم سے نوازا اور اپنی عالی شان کتاب قرآنِ مجید میں ان کی تعریف بیان کی۔ وہ اولین مسلمان، وہ دو سعادت مند گروہ جنہوں نے اسلامی ریاست کے قیام کے عظیم مشن کو پورا کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں مہاجرین اور انصار کے نام سے مخاطب کیا۔ مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دین کی خاطر ہجرت کی اور انصار وہ ہیں جنہوں نے اس دین کیلئے نُصرَۃ دی۔ یہ ہجرت دراصل اسلامی ریاست کے قیام کا اعلان تھا اور اسلام کے گھر یا زمین (دارالاسلام) کی جانب منتقل ہونا تھا، جبکہ نُصرَۃ اسی ہجرت کی خاطر اور دارالاسلام کے قیام کیلئے تھی۔ پس نُصرَۃ اور انصار کے بغیر نہ تو ہجرت ہوتی اور نہ ہی مہاجرین، مہاجرین کہلاتے۔ اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان، جو اکثر وبیشتر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو اور اس تلاوت میں وہ انصار ومہاجرین کے فضائل کا تذکرہ پڑھتا ہو، وہ ہجرت اور نُصرہ کی فضیلت سے صَرف نظر کر سکے؟

چونکہ ہم نصرۃ پر بحث کر رہے ہیں جس کے بعد ہجرت وقوع پذیر ہوئی، اس لیے ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ ہم نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں اور اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کریں۔ نبی ﷺ کی مکی زندگی کا محور اسلام کے نفاذ کے لئے ایک دار (گھر) قائم کرنا تھا، جسے دارالاسلام کہتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک سوچے سمجھے ہدف کے ساتھ ایک واضح متعین راستے پر چلے تاکہ بعد کی نسلیں دارلاسلام کی غیر موجودگی کی صورت میں اس کے قیام کیلئے نہ صرف اس راستے کی اتباع کر سکیں، بلکہ اس راستے کی پیروی کرنا ان کیلئے لازم ہو۔

ہجرت سے تین سال قبل 10 سنِ نبوی کو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا۔ ابو طالب، جنہوں نے کسی حد تک آپ ﷺ کے لیے حفاظت کا سامان کر رکھا تھا جس کے باعث آپ ﷺ بخیر وعافیت اسلام کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے، کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے محسوس کیا کہ مکہ کے معاشرے پر نہ تو اسلام کی دعوت

کا زیادہ اثر ہے اور نہ ہی مکہ میں اسلام اور اسلام کے افکار کیلئے رائے عامہ ہموار ہے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نُصرہ طلب کرنے کا حکم دیا۔ نصرۃ لغت میں۔ ''احسن انداز میں مدد'' کو کہتے ہیں۔ عربی لغات میں بیان کیا گیا ہے کہ نصر کا مطلب ظلم کے شکار لوگوں کی مدد کرنا ہے، اور انصار کا معنی ہے وہ گروہ جو مدد مہیا کرے اور نصرۃ کا مطلب ہے اچھے انداز میں مدد کرنا۔ سیرۃ ابنِ ہشام کے باب ''نبی ﷺ کی ثقیف کے قبیلے سے نُصرۃ حاصل کرنے کی کوشش'' میں درج ہے: **قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ : وَلَمّا هَلَكَ أَبُو طَالِبٍ، نَالَتْ قُرَيْشٌ مِنْ رَسُولِ اللّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) مِنَ الأَذَى مَا لَمْ تَكُنْ تَنَالُ مِنْهُ فِي حَيَاةِ عَمّهِ أَبِي طَالِبٍ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) إِلَى الطّائِفِ يَلْتَمِسُ النّصْرَةَ مِنْ ثَقِيفٍ، وَالْمَنَعَةَ بِهِمْ مِنْ قَوْمِهِ، وَرَجَاءَ أَنْ يَقْبَلُوا مِنْهُ مَا جَاءَهُمْ بِهِ مِنْ اللّهِ عَزّ، وَجَلّ فَخَرَجَ إلَيْهِمْ وَحْدَهُ** ''ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں: جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو قریش نے نبی ﷺ کو اتنی اذیتیں دیں جتنی کہ وہ ان کی موجودگی میں کبھی نہیں دے سکتے تھے۔ پس نبی ﷺ طائف روانہ ہوئے تاکہ ان سے نُصرۃ طلب کر سکیں اور ان سے کہہ سکیں کہ وہ اس پر ایمان لائیں جو آپ ﷺ پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ اکیلے طائف روانہ ہوئے تھے'' ۔ ابنِ عباس، علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں: **لَمَّا أَمَرَ اللّهُ نَبِيّه أَنْ يَعْرِض نَفْسَه عَلَى قَبَائِلِ الْعَرَب، خَرَجَ وَأَنَا مِنْهُ وَأَبُو بَكْر إِلَى مِنًى، حَتَّى دَفَعَنَا إِلَى مَجْلِس مِنْ مَجَالِس الْعَرَب** ''جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ قبائلِ عرب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں تو آپ ﷺ میرے اور ابو بکر کے ساتھ منٰی کی طرف روانہ ہوئے جہاں پر عربوں کی ایک مجلس ہو رہی تھی''۔ (ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری، تحفۃ الاحوذی اور الکلام میں، نیز حاکم اور ابو نعیم نے اور بیہقی نے الدلائل میں قوی راویوں سے اس حدیث کو روایت کیا)۔

پس یہ واضح ہے کہ نبی ﷺ کی طرف سے اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کرنا، ان سے نُصرہ طلب کرنا نیز اس نُصرۃ کو طلب کرنے کا وقت، سب براہِ راست اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے تھا، جیسا کہ علی بن ابی طالب کی درج بالا روایت سے واضح ہے۔ اس حکم کا وقت اس بات سے مطابقت رکھتا ہے کہ نبی ﷺ ابو طالب کے انتقال کے باعث مدد اور حفاظت کھو چکے تھے۔ قریش اب نبی ﷺ کو اس بات کے لیے کھلا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے کہ وہ اللہ کے

دین کی طرف دعوت دیتے رہیں۔ مزید برآں نبی ﷺ کو مکہ کے معاشرے سے امید نہیں تھی کہ وہ آپ ﷺ کے اقتدار واختیار کو تسلیم کرتے کیونکہ مکہ کے معاشرے کی رائے عامہ اسلام کیلئے ہموار نہ تھی۔ پس اس موقع پر آپ ﷺ کو نُصرۃ طلب کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ دعوت کو سہارا مل سکے اور اسلام کو اس مقام پر لایا جاسکے کہ جہاں اسلام کو اتھارٹی حاصل ہو اور اسلام کے احکامات کا جامع انداز میں نفاذ ہو سکے۔ نبی ﷺ نے نصرۃ طلب کرنے کی ابتدا طائف سے کی، جس کا شمار اس وقت جزیرۃ العرب کے طاقتور ترین قبائل میں ہوتا تھا۔ درحقیقت یہ قبیلہ طاقت، عزت اور مرتبے میں قریش کے ہم پلہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ولید بن مغیرہ نے محمد ﷺ پر قرآن کے نزول کا انکار کیا تو اس نے کہا کہ آخر کیوں یہ کتاب قریش اور طائف کے شرفاء پر نازل نہ ہوئی۔ جس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: **(وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْءانُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ) ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کیوں دو شہروں (مکہ اور طائف) کے بڑے آدمیوں پر نازل نہیں کیا گیا“**(سورۃ الزخرف: 31)۔

اہلِ طائف کی طاقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بھی طائف آسانی سے فتح نہ ہو پایا۔ اس کا محاصرہ کیا گیا اور دونوں جانب بھاری جانی نقصان ہوا یہاں تک کہ منجنیقوں کے ذریعے اہلِ طائف کی مزاحمت توڑنے کی کوشش کی گئی۔

نبی ﷺ طائف کے سرداروں اور شرفاء سے ملنے وہاں گئے۔ وہ طائف کے تین سرداروں سے ملے اور ان سے اسلام اور نُصرۃ سے متعلق بات کی۔ تاہم نبی ﷺ ان سے مایوس لوٹ آئے کیونکہ ان سرداروں نے آپ ﷺ کو نُصرۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ آغاز تھا۔ نبی ﷺ طائف سے واپس لوٹے اور مکہ کے نواح میں مطعم بن عدی کے پاس ٹھہرے اور حج کے اوقات میں عرب کے دیگر طاقتور قبائل سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ قبائلی سردار درحقیقت آج کی حکومتوں کے سربراہوں جیسی حیثیت رکھتے تھے۔ سیرت ابنِ ہشام کے باب: ”نبی ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرنا“ میں بیان کیا گیا ہے کہ ابن اسحق نے روایت کیا: **ثُمّ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) مَكّةَ، وَقَوْمُهُ أَشَدُّ ...، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) يَعْرِضُ نَفْسَهُ فِي الْمَوَاسِمِ إذَا كَانَتْ عَلَى قَبَائِلِ الْعَرَبِ يَدْعُوهُمْ إلَى اللهِ، وَيُخْبِرُهُمْ أَنَّهُ نَبِيّ**

مُرْسَلٌ، وَيَسْأَلُهُمْ أَنْ يُصَدِّقُوهُ وَيَمْنَعُوهُ حَتّى يُبَيِّنَ (لَهُمْ) اللّهُ مَا بَعَثَهُ بِهِ" نبی ﷺ مکہ واپس آئے تو قریش پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو گئے... پس نبی ﷺ نے حج کے اوقات میں مختلف قبائل سے رابطہ کیا۔ آپ ﷺ انہیں بتاتے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان پر زور دیتے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی حفاظت کریں یہاں تک کہ اللہ اُسے ظاہر کر دے جو اللہ نے نازل کیا ہے"۔

سیرت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ حج کے اوقات میں ہر اس شخص سے رابطہ کرتے جو کسی عزت و طاقت کے مقام پر فائز تھا۔ سیرت ابنِ ہشام کے باب: ''نبی ﷺ کا اوقاتِ حج میں عربوں سے رابطہ'' میں درج ہے کہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں: فَكَانَ رَسُولُ اللّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) عَلَى ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِ، كُلّمَا اجْتَمَعَ لَهُ النّاسُ بِالْمَوْسِمِ أَتَاهُمْ يَدْعُو الْقَبَائِلَ إلَى اللّهِ وَإِلَى الإِسْلاَمِ، وَيَعْرِضُ عَلَيْهِمْ نَفْسَهُ وَمَا جَاءَ بِهِ مِنْ اللّهِ مِنْ الْهُدَى وَالرّحْمَةِ، وَهُوَ لا يَسْمَعُ بِقَادِمٍ يَقْدَمُ مَكّةَ مِنْ الْعَرَبِ لَهُ اسْمٌ وَشَرَفٌ، إلا تَصَدّى لَهُ فَدَعَاهُ إلَى اللّهِ وَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا عِنْدَهُ'' دوران حج جب بھی نبی ﷺ لوگوں سے ملتے تو مستقل مزاجی کے ساتھ (طلبِ نصرۃ اور حفاظت) کے معاملے کے پیچھے لگے رہتے۔ آپ ﷺ قبائل کو اسلام کی جانب بلاتے اور اپنے آپ کو اور جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا، اسے قبائل پر پیش کرتے۔ نبی ﷺ نے ایسے کسی بندے کو نہ چھوڑا جو تھوڑے سے بھی شرف و مرتبے کا حامل ہو، جس نے مکہ کا سفر کیا ہو اور آپ ﷺ نے اسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب نہ بلایا ہو اور اپنی دعوت پیش نہ کی ہو''۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نُصرہ کی تلاش میں بنی کلب کے پاس گئے اور انھوں نے آپ ﷺ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ یمامہ کے بنی حنیفہ کے پاس گئے اور وہ تمام عربوں سے زیادہ گستاخی سے پیش آئے۔ آپ ﷺ بنی عامر بن صَعْصَعہ کے پاس گئے لیکن انھوں نے یہ شرط رکھی کہ آپ ﷺ کے بعد اختیار (اتھارٹی یا حکومت) ان کو دیا جائے گا، آپ ﷺ نے اس مشروط پیشکش کو مسترد کر دیا۔ پھر آپ ﷺ یمن کے بنی کِندہ کے خیموں میں گئے اور انھوں نے بھی آپ ﷺ کے بعد اتھارٹی اپنے ہاتھ میں ہونے کا مطالبہ کیا، پس آپ ﷺ نے ان

کی نُصرۃ کی پیش کش مسترد کر دی۔ آپ ﷺ بنی بکر بن وائل کے خیموں میں گئے، انہوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ سلطنتِ فارس کی سرحد کے پاس رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے بنی ربیعہ کے خیموں کا دورہ کیا تو انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ بنی شعبان سے ان کے خیموں میں ملے، یہ قبیلہ بھی سلطنتِ فارس کی سرحد کے قریب رہتا تھا۔ بنی شعبان نے نبی ﷺ کو پیش کش کی کہ وہ عربوں سے تو آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے تیار ہیں، تاہم انہوں نے فارس سے حفاظت پر معذوری کا اظہار کیا، پس نبی ﷺ نے انہیں جواب دیا: **«ما أسأتم الرد إذ أفصحتم بالصدق، إنه لا يقوم بدين الله إلا من حاطه من جميع جوانبه»** **"تمہاری طرف سے اس سچ کا اظہار دراصل اس دعوت کا مسترد کرنا ہے۔ اللہ کے اس دین کے لیے صرف وہی کھڑے ہو سکتے ہیں جو ہر طرف سے اس دین کی حفاظت کر سکیں"۔**

نبی ﷺ نے مختلف قبائل کے انکار کے باوجود طلبِ نُصرۃ کا عمل جاری رکھا، نبی ﷺ نہ توڑ گمگائے، اور نہ ہی مایوس ہوئے اور نہ ہی آپ ﷺ نے اس طریقہ کار کو تبدیل کیا۔ 'زادالمعاد' میں واقدی سے روایت ہے، جو بیان کرتے ہیں: **وَكَانَ مِمَّنْ يُسَمّى لَنَا مِنْ الْقَبَائِلِ الّذِينَ أَتَاهُمْ رَسُولُ اللّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) وَدَعَاهُمْ وَعَرَضَ نَفْسَهُ عَلَيْهِمْ بَنُو عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَة، وَمُحَارِبُ بْنُ حصفة، وَفَزَارَةُ، وَغَسّانُ، وَمُرّةُ، وَحَنِيفَةُ، وَسُلَيْمٌ، وَعَبْسُ، وَبَنُو النّضْرِ، وَبَنُو الْبَكّاءِ، وَكِنْدَةُ، وَكَلْبٌ، وَالْحَارِثُ بْنُ كَعْبٍ، وَعُذْرَةُ، وَالْحَضَارِمَةُ، فَلَمْ يَسْتَجِبْ مِنْهُمْ أَحَدٌ...** **"نبی ﷺ جن قبائل سے ملے اور انہیں دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو نُصرۃ کے لیے پیش کیا، ان میں بنی عامر بن صعصعہ، محارب ابن حفصہ، فزارہ، غسّان، مرّہ، حنیفہ، سُلیم، عبس، بنو نضر، بنو بکاء، کندہ، کلب، حارث ابن کعب، عُذرہ اور حضارِمہ شامل ہیں، کسی نے بھی دعوت قبول نہ کی"۔**

نبی ﷺ مسلسل نُصرہ طلب کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس دین کو نُصرہ سے نوازا۔

سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحاق سے مروی ہے: **"فَلَمّا أَرَادَ اللّهُ عَزّ وَجَلّ إظْهَارَ دِينِهِ وَإِعْزَازَ نَبِيّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) وَإِنْجَازَ مَوْعِدِهِ لَهُ خَرَجَ رَسُولُ اللّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) فِي الْمَوْسِمِ الّذِي لَقِيَهُ فِيهِ النّفَرُ مِنْ الأَنْصَارِ، فَعَرَضَ نَفْسَهُ عَلَى قَبَائِلِ الْعَرَبِ، كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فِي كُلّ مَوْسِمٍ. فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ الْعَقَبَةِ لَقِيَ رَهْطًا مِنْ الْخَزْرَجِ**

أَرَادَ اللّٰهُ بِهِمْ خَيْراً. "جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس دین کے غلبے، اپنے نبی کو شرف بخشنے اور اپنے وعدے کی تکمیل کا ارادہ کیا، تو نبی ﷺ حج کے اوقات میں نکلے اور ان کی ملاقات انصار کے کچھ لوگوں سے ہو گئی۔ نبی ﷺ نے اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کیا جیسا کہ آپ ﷺ اس سے پہلے کرتے رہے تھے۔ پس آپ 'العقبہ' کے مقام پر تھے، جہاں آپ نے قبیلہ خزرج کے اُن افراد سے ملاقات کی، جنہیں اللہ بھلائی عطا کرنا چاہتا تھا"۔

خزرج کے ان افراد نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی اور وہ قبیلہ اَوس سے اپنے تنازعات سلجھانے کیلئے واپس چلے گئے۔ اگلے سال وہ 12 افراد کے ساتھ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ عقبہ کے مقام پر ملاقات کی۔ یہاں پر عقبہ کی پہلی بیعت ہوئی۔ پھر جب مدینہ کا معاشرہ مصعب بن عمیر کی کوششوں کے باعث تیار ہو گیا تو مدینہ کے شرفاء نے نبی ﷺ سے ملاقات کی تاکہ نبی ﷺ کو نُصرۃ اور حفاظت کی پیش کش کر سکیں۔ پس وہ دوبارہ نبی ﷺ سے عقبہ میں ملے اور یہاں انھوں نے نبی ﷺ کی بیعت کی۔ یہ بیعت نبی ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی بیعت تھی۔ سیرت ابنِ ہشام نے اس بیعت کو روایت کیا ہے: ثُمّ قَالَ: أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ. قَالَ: فَأَخَذَ الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُورٍ بِيَدِهِ ثُمّ قَالَ: نَعَمْ وَالّذِي بَعَثَك بِالْحَقّ (نَبِيّاً) لَنَمْنَعَنّك مِمّا نَمْنَعُ مِنْهُ أُزُرَنَا، فَبَايِعْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَنَحْنُ وَاَللّٰهِ أَبْنَاءُ الْحُرُوبِ وَأَهْلُ الْحَلْقَةِ وَرِثْنَاهَا كَابِرًا (عَنْ كَابِرٍ) "میں تم لوگوں سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ایسی حفاظت کرو گے جیسے کہ اپنے بیوی بچوں کی کرتے ہو۔" براء بن معرورؓ نے نبی ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا: بیشک اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا، ہم آپ ﷺ کی ایسی حفاظت کریں گے جیسے کہ ہم اپنی اولاد کی کرتے ہیں، یا رسول اللہ! ہم سے بیعت لیجئے، اللہ کی قسم ہم جنگوں کے بیٹے ہیں اور سامانِ حرب ہمارے لئے کھلونوں کی مانند ہیں، اور یہ بات ہمارے آباؤ اجداد سے ہم میں میراث کے طور پر چلی آرہی ہے"۔

پس انصار کی اس نُصرۃ کے ذریعے اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور اسلامی ریاست وجود میں آگئی!

نبی ﷺ نُصرۃ دو امور کیلئے طلب کر رہے تھے۔ **اول:** اپنی حفاظت اور ایذا و تکلیف کو دور کرنے کیلئے تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں اور **دوئم:** اسلام کو ریاست اور اختیار و اقتدار کی پوزیشن پر لانے کیلئے۔ جہاں تک پہلے مقصد کا

تعلق ہے، تو حاکم نے اپنی مستدرک میں جابرؓ سے حدیث روایت کی جو کہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر پورا اترتی ہے: **كان رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) يعرض نفسه على الناس... فيقول: هل من رجل يحملني إلى قومه، فإن قريشاً قد منعوني أن أبلغ كلام ربي؟ قال: فأتاه رجل من بني همدان فقال: أنا. فقال: وهل عند قومك منعة؟ قال: نعم. وسأله من أين هو فقال: من همدان. ثم إن الرجل خشي أن يخفره قومه -أي ينقضوا عهده- فأتى رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) فقال: آتي قومي فأخبرهم ثم ألقاك من عام قابل. قال: نعم** "رسول اللہ ﷺ لوگوں پر اپنے آپ کو پیش کرتے اور کہتے :- کیا ایسا کوئی ہے جو مجھے اپنے لوگوں کے پاس لے جائے، یہ قریش مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں؟- بنی ہمدان سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں لے جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری قوم کے پاس قوت ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے اُس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ وہ بنی ہمدان سے ہے۔ پھر اس شخص کو خوف ہوا کہ اس کے لوگ شاید اسے شرمندہ کریں (اس کا حفاظت کا وعدہ پورا نہ کریں)، پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے لوگ آرہے ہیں، آپ ان سے بات کریں، اور میں آپ سے اگلے سال ملاقات کرونگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اچھا"۔ سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحٰق سے مروی ہے: فكان رسول الله يعرض نفسه في المواسم على قبائل العرب يدعوهم إلى الله وإلى نصرته، ويخبرهم أنه نبي مرسل، ويسألهم أن يصدّقوه ويمنعوه حتى يبين عن الله ما بعثه به "رسول اللہ ﷺ حج کے ایام میں عرب قبائل سے رابطہ کرتے، انہیں اللہ کی جانب پکارتے اور نُصرۃ طلب کرتے، آپ ﷺ انہیں بتاتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے کہتے کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی حفاظت کریں یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب کردے جو اللہ نے نازل کیا ہے"۔

پس نُصرۃ طلب کرنے کی یہ درخواست اس مقصد کیلئے تھی تاکہ رسول اللہ ﷺ حفاظت سے اس دعوت کو آگے لے جاسکیں۔

جہاں تک نُصرۃ طلب کرنے کے دوسرے مقصد، یعنی اسلام کو ریاست اور اتھارٹی کی پوزیشن پر لانے کا تعلق ہے، تو یہ وہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے بنی شعبان سے ان کے خیموں میں گفتگو کی اور ان سے نصرۃ طلب کی، لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اسی طرح وہ گفتگو جو آپ ﷺ نے بنی عامر بن صعصعہ اور بنی کندہ سے کی لیکن انھوں نے آپ ﷺ کے بعد اقتدار کا مطالبہ کیا، نبی ﷺ نے اس مشروط نُصرۃ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ سلسلہ عقبہ کے مقام پر بیعتِ ثانیہ پر اختتام پذیر ہوا جہاں آپ ﷺ کی جانب سے حفاظت طلب کرنے پر اوس اور خزرج نے آپ ﷺ کی خاطر جنگ کرنے کی بیعت کی۔ آپ ﷺ قبائل کے سامنے نُصرۃ کا مطالبہ رکھنے سے قبل انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ سیرت ابنِ ہشام میں زُہری سے روایت ہے: **((أَنَّهُ أَتَى بَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ عَزّ وَجَلّ وَعَرَضَ عَلَيْهِمْ نَفْسَهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ - يُقَالُ لَهُ بَيْحَرَةُ بْنُ فِرَاسٍ ...وَاللهِ لَوْ أَنِّي أَخَذْت هَذَا الْفَتَى مِنْ قُرَيْشٍ ، لَأَكَلْتُ بِهِ الْعَرَبَ ، ثُمّ قَالَ أَرَأَيْتَ إنْ نَحْنُ بَايَعْنَاك عَلَى أَمْرِك ، ثُمّ أَظْهَرَك اللهُ عَلَى مَنْ خَالَفَك ، أَيَكُونُ لَنَا الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِك ؟ قَالَ الْأَمْرُ إلَى اللهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ قَالَ فَقَالَ لَهُ أَفَتُهْدَفُ نَحُورُنَا لِلْعَرَبِ دُونَك ، فَإِذَا أَظْهَرَك اللهُ كَانَ الْأَمْرُ لِغَيْرِنَا لَا حَاجَةَ لَنَا بِأَمْرِك))** ”آپ ﷺ بنی عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا (یعنی نصرۃ طلب کی)۔ تو ان میں سے ایک شخص جسے بیحرۃ بن فراس کہا جاتا تھا، نے کہا: اگر یہ شخص میری مٹھی میں آجائے تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو کھا جاؤں۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے کہا: ”آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ’امر‘ (حکومت) پر آپ کی بیعت کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر فتح عطا فرما دے تو کیا آپ کے بعد یہ ’امر‘ (یعنی حکومت) ہمیں ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’امر‘ (حکمرانی) اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے اسے سونپ دے۔ اس پر اس شخص نے کہا: کیا ہم آپ کے لئے عربوں کے تیروں سے اپنے سینے چھلنی کرائیں اور پھر جب آپ کامیاب ہو جائیں تو حکمرانی ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے؟! نہیں ہمیں آپ کے ’امر‘ کی کوئی ضرورت نہیں“۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ عرب خوب جانتے تھے کہ آپ ﷺ نصرۃ طلب کر کے در حقیقت کیا طلب فرما رہے ہیں، یعنی ایک اتھارٹی اور ریاست کے قیام کے لیے ایک مضبوط اور طاقتور قبیلے کی حمایت۔ وہ جانتے تھے

کہ اس اتھارٹی کے خلاف پورا عرب اٹھ کھڑا ہو گا۔ نصرۃ دینے والے قبائل کو رسول اللہ ﷺ اور اس نوخیز ریاست کی حفاظت کے لئے پورے عرب کے خلاف لڑنا پڑیگا۔ اس قربانی کے بدلے بنو عامر اور بنی کِندہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے لیے حکومت اور سرداری کی ضمانت چاہتے تھے اور اسی شرط پر نصرۃ دینے کے لئے تیار تھے۔ یہ یثرب کے اوس و خزرج ہی تھے جنہوں نے بغیر کسی شرط کے محض اللہ کی رضا کے لئے آپ ﷺ کی حفاظت اور اسلام کے نفاذ کے لئے نصرۃ فراہم کی۔

انصار نے یہ بیعت عقبہ کے مقام پر دی۔ بیعت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے سب سے پہلے گفتگو کا آغاز کیا۔ سیرت ابنِ ہشام میں کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ عباس نے انصار سے خطاب کرتے ہوئے کہا : ((يَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ ... فَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ وَافُونَ لَهُ بِمَا دَعَوْتُمُوهُ إِلَيْهِ وَمَانِعُوهُ مِمّنْ خَالَفَهُ فَأَنْتُمْ وَمَا تَحَمّلْتُمْ مِنْ ذَلِكَ وَإِنْ قَالَ فَقُلْنَا لَهُ قَدْ سَمِعْنَا مَا قُلْت ، فَتَكَلّمْ يَا رَسُولَ اللّهِ فَخُذْ لِنَفْسِك وَلِرَبّك مَا أَحْبَبْت))"اے خزرج کے لوگو!...اگر تم سمجھتے ہو کہ جس غرض سے تم نے ان کو دعوت دی ہے اسے پورا کروگے اور ان کے مخالفین سے ان کی حفاظت کروگے تو بے شک تم اس بار کو اٹھالو۔ ورنہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ہاں چلے آنے کے بعد تم ان کا ساتھ چھوڑ دوگے تو بہتر یہ ہے کہ ابھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو"۔ انصار نے یہ سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ ﷺ جو چاہیں اپنے لئے عہد و پیمان لے سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قرآن کی آیات تلاوت فرمائیں اور اسلام کی ترغیب کے بعد فرمایا: **((أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ))"کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اس طرح حفاظت کروگے جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو"**۔ اس پر براء نے بیعت دینے کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں۔ بخدا ہم اہلِ حرب اور اہلِ جماعت ہیں اور یہ فخر ہم کو وراثتاً اپنے بزرگوں سے ملتا رہا ہے۔ براء ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ان کی بات کاٹ کر ابو الہیثم بن تیہان نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے ہم اسے قطع کر دینے کے لئے آمادہ ہیں اگر ہم نے ایسا کر دیا اور اللہ نے آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا تو کیا آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر پھر

اپنی قوم کے پاس چلے آئیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا پھر کہا: ((بَلْ الدّمَ الدّمَ وَالْهَدْمَ الْهَدْمَ أَنَا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مِنّي، أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ وَأُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ)) "(تمہارا) خون (میرا) خون، (تمہاری) بربادی (میری) بربادی ہے۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا، جس سے تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا"۔

سیرت ابنِ ہشام میں عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے: ((أَنّ الْقَوْمَ لَمّا اجْتَمَعُوا لِبَيْعَةِ رَسُولِ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ قَالَ الْعَبّاسُ بْنُ عُبَادَةَ بْنِ نَضْلَةَ الْأَنْصَارِيّ ، أَخُو بَنِي سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ يَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ ، هَلْ تَدْرُونَ عَلَامَ تُبَايِعُونَ هَذَا الرّجُلَ ؟ قَالُوا : نَعَمْ قَالَ إنّكُمْ تُبَايِعُونَهُ عَلَى حَرْبِ الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ مِنْ النّاسِ فَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنّكُمْ إذَا نُهِكَتْ أَمْوَالُكُمْ مُصِيبَةً وَأَشْرَافُكُمْ قَتْلًا أَسْلَمْتُمُوهُ فَمِنْ الْآنَ فَهُوَ وَاَللّهِ إنْ فَعَلْتُمْ خِزْيُ الدّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنّكُمْ وَافُونَ لَهُ بِمَا دَعَوْتُمُوهُ إلَيْهِ عَلَى نَهْكَةِ الْأَمْوَالِ وَقَتْلِ الْأَشْرَافِ فَخُذُوهُ فَهُوَ وَاَللّهِ خَيْرُ الدّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَالُوا : فَإِنّا نَأْخُذُهُ عَلَى مُصِيبَةِ الْأَمْوَالِ وَقَتْلِ الْأَشْرَافِ . فَمَا لَنَا بِذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّهِ إنْ نَحْنُ وَفّيْنَا (بِذَلِكَ) قَالَ الْجَنّةُ . قَالُوا : اُبْسُطْ يَدَك . فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعُوهُ وَأَمّا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ فَقَالَ وَاَللّهِ مَا قَالَ ذَلِك الْعَبّاسُ إلّا لِيَشُدّ الْعَقْدَ لِرَسُولِ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ فِي أَعْنَاقِهِمْ . وَأَمّا عَبْدُ اللّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ مَا قَالَ ذَلِكَ الْعَبّاسُ إلّا لِيُؤَخّرَ الْقَوْمَ تِلْكَ اللّيْلَةَ رَجَاءَ أَنْ يَحْضُرَهَا عَبْدُ اللّهِ بْنُ أُبَيّ ابْنِ سَلُولَ ، فَيَكُونَ أَقْوَى لِأَمْرِ الْقَوْمِ . فَاَللّهُ أَعْلَمُ أَيّ ذَلِكَ كَانَ)) "جب یہ سب جماعت رسول اللہ ﷺ کی بیعت پر آمادہ ہوئی تو عباس بن عبادہ بن نضلۃ الانصاری نے جو بنی سالم بن عوف کے رشتہ دار تھے سب کو مخاطب کر کے کہا: تم ان ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے تم پر عائد ہوں گی۔ انہوں نے کہا ہاں سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا: اس بیعت کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں ہر قوم سے لڑنا پڑیگا، تو اگر ان کی حمایت میں کسی مصیبت کی وجہ سے تمہاری دولت برباد ہو جائے اور تمہارے اشراف مارے جائیں اور پھر تم ان کا ساتھ چھوڑ دو تو اُس وقت ایسا کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ابھی انکار کر دو۔ کیونکہ اقرار کے بعد عدم ایفاء کرنے کا نتیجہ دین و دنیا کی رسوائی ہے۔ اور اگر تم ان تمام مصائب پیش آنے کے بعد بھی ایفائے عہد کے لئے آمادہ ہو تو بیشک انہیں اپنے ساتھ لے چلو۔ اس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی

ہے۔ اس پر سب حاضرین نے کہا: ہم مال و جان کی مصیبت کو برداشت کر کے آپ ﷺ کو لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں اگر ہم نے آپ کے ساتھ وفا کی تو ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت۔ انہوں نے کہا ہاتھ پھیلایئے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے آپ ﷺ کی بیعت کی"۔

پس ہجرتِ مدینہ کا اصل مقصد اسلام کے نفاذ کے لئے اقتدار حاصل کر کے اسلامی اتھارٹی یا حکومت کا قیام تھا جس کے تحفظ کی یقین دہانی انصار بیعت کے ذریعے فراہم کر رہے تھے۔ یہ ہے وہ نصرۃ کی دوسری قسم جس کا مقصد اسلامی اتھارٹی یا اسلامی ریاست کو قائم کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اللہ کے حکم پر طلبِ نُصرۃ کیلئے ان تھک کوششیں کرنا اور ہر قسم کی تکالیف اور ناکامیوں کے باوجود، استقامت کے ساتھ مسلسل اسی طریقے پر بلا کسی تبدیلی کے ڈٹے رہنا، اس بات کی طرف واضح اشارہ (قرینہ) ہے کہ اللہ کی طرف سے طلبِ نُصرۃ کا حکم، ایک حتمی حکم تھا اور اس بناء پر فرض تھا۔ یہ ریاست کے قیام اور اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کے طریقہ کار کا حصہ ہے جس سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔

پس کوئی بھی جماعت جو اسلام کے بطورِ ریاست نفاذ کے لیے کام کر رہی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے اتھارٹی کے حصول کے لیے اپنے دور کے اہلِ نُصرۃ (اہلِ قوت) سے نصرۃ طلب کر رہی ہو۔ آج اہلِ نُصرۃ یا اہلِ قوت اسلامی ممالک کی افواج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے وقت میں قبائل کو ایک وجود یا اکائی تصور کرتے تھے اور ان میں موجود اہلِ نُصرۃ سے نُصرۃ طلب کرتے تھے۔ جبکہ آج اس کا اطلاق مسلم افواج یا بعض ممالک میں اُن بڑے قبائل پر ہوتا ہے، جو حکومت کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس حزب التحریر، جو کہ خلافت کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کیلئے کام کر رہی ہے، ان اہلِ قوت سے نُصرہ طلب کرتی ہے۔

حزب التحریر کا نُصرۃ طلب کرنا سیاسی عمل ہے، جبکہ مادی اعمال کرنا اہلِ قوت کا کام ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اور حزب کے لیے افواج کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور اتھارٹی کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ حزب التحریر مختلف ذرائع

سے اہلِ قوت کو ابھارتی ہے کہ وہ ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نُصرۃ دیں، یعنی وہ موجودہ حکمرانوں کو اکھاڑنے کے لیے حرکت میں آئیں اور ان حکمرانوں کی بجائے حزب التحریر کو حکومت واقتدار منتقل کریں۔ نیز حزب امت کے ذریعے اہلِ قوت پر اثر انداز ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے قدم اٹھائیں۔

نُصرۃ طلب کرنا انتہائی اہم عمل ہے، علاوہ ازیں یہ طریقہ کار کے لحاظ سے فرض بھی ہے۔ اور اس حال میں کہ جب معاشرے میں پختہ عزم کا فقدان ہو اور اتھارٹی امت کے ہاتھ میں نہ ہو تو ان حالات میں تبدیلی محض عوام کو اسلام کے نفاذ کے لیے قائل کرنے سے نہیں لائی جاسکتی۔ پس اہلِ نُصرۃ سے طاقت اور اقتدار کو حاصل کر کے اسلام کو مکمل اور انقلابی انداز میں نافذ کیا جاتا ہے۔ تاہم اس سے قبل ضروری ہے کہ اسلامی افکار کو معاشرے میں غالب کر دیا جائے یہاں تک کہ معاشرے میں اسلام کے نفاذ کے لیے رائے عامہ قائم ہو جائے۔

طلبِ نُصرۃ کا شرعی حکم اس قدر اہم ہے کہ اسی پر ریاست خلافت کے انہدام کے بعد اس کے دوبارہ قیام کا دارومدار ہے، اسی پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عَلَم کی سربلندی منحصر ہے اور اسی پر غداریوں اور خیانت کے طویل سلسلے کے خاتمے کا انحصار ہے جس کا اس امت کو سامنا ہے۔ آج اس امت پر ''بما انزل اللہ'' (اللہ کے نازل کردہ احکامات) کے ذریعے حکومت نہیں کی جارہی ہے، سرمایہ دارانہ نظام مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط ہے، اور امت کو ہولناک مصائب، آفات اور تکالیف کا سامنا ہے اور امت ایک مخمصے اور گومگو کی حالت میں ہے۔ چونکہ طلبِ نُصرۃ کا عمل ان لوگوں سے متعلق ہے جو حکمرانی کو اسلام کے مطابق تبدیل کرنے کی قوت وصلاحیت کے اسباب رکھتے ہیں، اور چونکہ یہ معاملہ اس قدر سنگین اہمیت اور عجلت کا ہے اس لیے جو لوگ قوت رکھتے ہیں اور تبدیلی کے اسباب کے حامل ہیں، ان کی ذمہ داری انتہائی اہم ہو جاتی ہے کہ وہ اس تبدیلی کو لے کر آئیں۔ بیشک اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا کریں تو اس کا اجر بھی بہت عظیم ہے۔ وہ اجر کیا ہے، اسے جاننے کے لیے ہمیں انصارِ مدینہ کی فضیلت پر نظر ڈالنا ہوگی، جنہوں نے ماضی میں نُصرۃ فراہم کی تھی۔

فہرست

پاکستان میں خطرناک حد تک بڑھتے ایچ آئی وی (HIV) کا ذمہ دار کون ہے؟

ڈاکٹر عبدالبصیر، پاکستان

جیسا کہ بہت سے مسلم ممالک کو تیزی سے اس بڑھتے ہوئے مسئلہ سے نمٹنا پڑ رہا ہے، پاکستان بھی 2010 کے بعد سے 84 فیصد نئے متأثرین کے ساتھ، ایچ آئی وی (HIV) کی بڑھتی ہوئی وباء کا شکار ہے۔ 25 نومبر 2022 کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق 2022 کے پہلے 10 مہینوں کے دوران ہی حیران کن طور پر 9773 افراد کا HIV ٹیسٹ مثبت آچکا ہے۔ مختلف ذرائع کے مطابق یہ اعداد و شمار اس گھمبیر مسئلے کی ایک جھلک ہی دکھاتے ہیں کیونکہ ایک تو ٹیسٹ کروانا بہت سے لوگوں کے لئے ناقابل رسائی ہے اور دوسرا، ایچ آئی وی سے جُڑی بدنامی کا خوف ہے۔ اگر آبادی اور رقبے کے لحاظ سے موازنہ کیا جائے تو دیگر علاقوں کے مقابلے میں اسلام آباد میں اب تک سب سے زیادہ 496 نئے کیسز سامنے آ چکے ہیں۔ نیشنل ہیلتھ سروسز، ریگولیشنز اینڈ کوآرڈینیشن (NHS,R&C) کے عہدیداروں نے تبصرہ کیا کہ "ایچ آئی وی اب خاص آبادیوں (key populations) سے عام آبادیوں کی جانب پھیل رہا ہے جن میں منشیات کو بذریعہ انجکشن لگانے والے افراد، سیکس ورکرز (مرد، خاتون اور ٹرانس جینڈر) اور ہم جنس پرستی میں ملوث افراد شامل ہیں"۔

مزید پریشان کن بات یہ ہے کہ UNAIDS کے مطابق ان نئے متاثر ہونے والے افراد میں قدرے کم خطرے کے حامل حضرات، خواتین اور خاص آبادیوں کے لوگوں کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد شامل ہے جو کہ اب اپنے قریبی افراد (شریکِ حیات، ساتھ رہنے والوں اور گاہکوں) میں ایچ آئی وی HIV کو منتقل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ اس طرح، ایچ آئی وی پھیلنے کا یہ رجحان اب پہلے سے ہی زیادہ خطرے کے حامل افراد کے ذریعے، جنہیں خاص آبادیاں (key populations) کہا گیا ہے، ان افراد کی طرف بھی رُخ کرنے لگا ہے جو بصورتِ دیگر قدرے کم خطرے میں تھے، جنہیں وسیلہ بننے والی آبادیاں (bridge populations) کہا گیا ہے، اور یہ صورتِ حال

پورے ملک کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے۔ یہ وسیلہ بننے والی آبادیاں (bridge populations) ایچ آئی وی وائرس کے ساتھ اپنی نقل و حرکت کے باعث نتیجتاً ایچ آئی وی کے عام عوام میں پھیل سکنے کی وجہ سے ایک اہم گروہ ہیں۔

پاکستان میں ایچ آئی کی وباء کا پھوٹنا

2003ء تک پاکستان ایچ آئی وی کے پھیلاؤ کے حساب سے کم ترین ممالک میں شمار ہوتا تھا۔ پاکستان میں ایچ آئی وی کی اب تک سامنے آنے والی چار وبائی لہروں میں سے پہلی وباء 2003ء میں میں ظاہر ہوئی تھی اور ان میں سے آخری کا انکشاف 2019ء کے اوائل میں لاڑکانہ، سندھ میں ہوا۔ یہ تمام پھُوٹ پڑنے والی وبائی لہریں یا تو غیر محفوظ طبّی رجحانات اور طریقہ کار کی وجہ سے رُونما ہوئی تھیں یا یہ منشیات کے اُن عادی افراد کے درمیان تھیں جو آپس میں مشترکہ سرنج کا استعمال کرتے تھے۔

تاہم، کیسز کی تعداد میں حالیہ ہونے والا اچانک اضافہ زیادہ افسوسناک اس لئے ہے کیونکہ ان تازہ کیسز میں زیادہ تر کردار ان مردوں کا ہے جو مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات استوار کر لیتے ہیں (MSM) اور ان کے علاوہ سیکس ورکرز جن میں خاص طور پر مخنث افراد (transgenders) شامل ہیں۔ معروف متعدی امراض اور ایچ آئی وی کے ماہر ڈاکٹر فیصل محمود، ماضی کے مقابلے میں مرد اور مرد (MSM) کے اس قبیح تعلق کو ایچ آئی وی مرض کے بڑھتے ہوئے کیسز کی ایک بڑی وجہ قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "مرد اور مرد کا جنسی تعلق (MSM) ان بنیادی ذرائع میں سے سب سے نمایاں ہے جن کی وجہ سے پاکستان میں ایچ آئی وی کا مرض تیزی سے پھیل رہا ہے"۔

اس سے بھی بڑھ کر ستم ظریفی تو ہمارے پالیسی سازوں کا ردِ عمل ہے جو اس مرض کی بنیادی وجوہات پر توجہ دینے کی بجائے اس کی ظاہری علامات سے نمٹنے میں مصروف ہیں اور اس دوران اس قسم کی حرکات اور طرزِ عمل کو جواز فراہم کرتے ہیں، حالانکہ یہ ہماری ثقافت و روایات کے صریح منافی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام میں بھی سختی سے منع ہیں۔ 2007ء میں تیار کردہ نیشنل ایچ آئی وی اور ایڈز پالیسی، ایچ آئی وی کی منتقلی کی روک تھام کے لئے سیکس ورکرز

کے لئے 'کونڈم' کا استعمال کرنے کی تجویز پیش کرتی ہے، جو کہ کسی طور پر بھی قابلِ قبول نہیں۔ بجائے اس کے کہ شروع سے ہی مرد اور مرد کے جنسی تعلق (MSM) اور جنسی آزادی کی دیگر اقسام کی ممانعت کے بارے میں آگاہی پھیلائی جاتی، تاکہ ان کو فروغ دینے سے روکا جاتا اور قوانین کے ذریعے ان کی سخت روک تھام کی جاتی، اس سب کی بجائے ہر آنے والی حکومت نے انہیں محفوظ طریقے سے انجام دینے کی نصیحت کرتے ہوئے ان کاموں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

پاکستانی قیادت کا رویہ

کیا یہ حکمران، قرآنِ مجید کی اُن نہایت واضح اور سخت تنبیہ کرنے والی آیات سے ناواقف ہیں جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے طرزِ عمل پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے، چاہے وہ زنا[1] ہو یا ہم جنس پرستی[2]؟ یا ان حکمرانوں نے ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں پڑھیں جن میں واشگاف الفاظ میں ایسے عوامل کی سخت مذمت کی گئی ہے[3]؟ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ان تنبیہ کردہ وعیدوں پر ہماری آنکھیں (اور دل) کھولنے کے لئے یہ احادیث کافی نہیں

---

[1] "اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے" (الاسرا: 32)

"اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جن جاندار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا" (الفرقان: 68-69)

[2] اور اسی طرح جب ہم نے لوط کو (پیغمبر بنا کر بھیجا تو) اس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا۔ یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو" (الاعراف: 80-81)

[3] "جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو وہ اپنی گردن سے وہ عقد اتار دیتا ہے جو اسے اسلام سے جوڑتا ہے۔ البتہ اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا" (بخاری، مسلم، ابوداؤد، النسائی وغیرہ)۔

"جب کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسی (عجیب وغریب) بیماریاں بھیجتا ہے جن کے بارے میں ان کے آباء و اجداد نے کبھی نہیں سنا"۔ (طبرانی)

ہیں جن میں 1400 سال پہلے ہی ہمیں حد سے تجاوز کرنے اور ایسے غلیظ جنسی جرائم کا ارتکاب کرنے پر ایسے موذی امراض، جیسے ایڈز کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا تھا؟

بے شرمی وڈھٹائی سے کی جانی والی قبولیت

اگرچہ ایڈز کی ابتدا پر بھی کافی بحث کی جاسکتی ہے، لیکن بہر حال اس کے پھیلاؤ کا سب سے زیادہ عام سبب بخوبی طور پر سب کو معلوم ہے اور اسی لئے ہمارے پاس اس برائی کی جڑ کو ہی ختم نہ کرنے کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔ لیکن ہم جس کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہے، یعنی ہر طرف ان بُرائیوں کو قانونی تحفظ فراہم کرکے، میڈیا اور بالخصوص فلموں کے ذریعے ان کی تشہیر اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کی ستائش کے ذریعے معاشرے میں ان برائیوں کو فروغ دینے کی ایک بھرپُور اور منظم مہم برپا نظر آتی ہے۔ کیا مغرب کی بنائے جانے والی فلمیں ہی اس گندگی میں کم نہ تھیں کہ اپنے ہی وطن میں ایسے مواد پر سرمایہ لگایا جانا شروع کیا جا چکا ہے، جس کی نمایاں ترین مثال "جوائے لینڈ" ہے۔ اپنے باضابطہ طور پر ریلیز ہونے سے پہلے ہی اس فلم نے چار بڑے ایوارڈ اپنے نام کر لئے تھے، جن میں سے ایک نہایت "معتبر" سمجھا جانے والا کینز (Cannes) فلم فیسٹول ایوارڈ بھی شامل ہے جو اس فلم کو دو مختلف زُمروں میں دیا گیا؛ ایک، ہم جنس پرستی کا مواد ہونے کی وجہ سے کوئیر پام (Queer Palm) کیٹیگری دیا جانا اور دوسرا بہت زیادہ سراہے جانے والا جیوری پرائز۔ کینز فلم فیسٹول میں جوائے لینڈ فلم کے عملہ کا 8 منٹ تک کھڑے رہ کر تالیوں کی گونج میں استقبال کیا گیا، جو اس بات کی کھلے عام نشاندہی ہے کہ مغرب کی طرف سے ہمارے ممالک میں ایسے مواد کی پذیرائی کس حد تک اہم ہے۔

مغرب، پاکستان کو لیکچر دینے کے قابل ہی نہیں ہے

جس فحش اور بیہودہ مواد کی اس قدر پُرجوش انداز میں ستائش اور حمایت کی جارہی ہے، اس کی انسانیت کے لئے آخر کیا خدمات ہیں؟ اس شر کو پھیلائے جانے کا طریقہ کار دنیا سے کچھ ڈھکا چھُپا نہیں ہے۔ یہ بالکل اُسی طرح سے پھیلایا جارہا ہے جیسے مغرب میں ایل جی بی ٹی (LGBT) کو متعارف کرایا گیا تھا، یعنی پہلے اسے قانونی تحفظ فراہم کرنا اور

پھر میڈیا کے ذریعے عوام الناس میں اس کے حق میں سازگار رائے پیدا کرنا۔ حتیٰ کہ مغرب تو بچوں کے لئے بنائے گئے کارٹون، سکول کی کتابوں اور کامک کہانیوں کو بھی نہیں بخشا اور ان میں بھی ایسے خیالات و تصورات شامل کر دیتا ہے۔ جس طرح تقریباً اس صدی کے آغاز میں خواجہ سراء کمیونٹی کے حقوق کے لئے شروع ہونے والی مہم اس حد تک پہنچ گئی کہ 32 ممالک میں ہم جنس پرستوں کی شادی قانونی قرار دے دی گئی اور یہ تعداد ابھی بڑھ رہی ہے۔ ان شادیوں کو قانونی قرار دینے کے بارے میں غور کرنے والا تازہ ترین ملک، کوئی اور نہیں بلکہ ہمارا ہمسایہ، بھارت ہے، جو کہ مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے لیکن یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ بھارت ایچ آئی وی/ایڈز کے پھیلاؤ کے اعتبار سے دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اقوامِ متحدہ کا ادارہ اس بات پر غور کر رہا ہے کہ بالغ افراد کے آپس میں باہمی رضامندی سے ہم جنسی تعلقات کو جُرم قرار دینے کے قانون کو انٹرنیشنل ہیومن رائٹس قانون کی خلاف ورزی قرار دے دیا جائے، یاد رہے کہ اقوامِ متحدہ کا ممبر ہونے پر پاکستان کو انتہائی فخر ہے اور افغانستان اس کا ممبر بننے کے لئے خواہشمند ہے۔ دوسری طرف، یو ایس ایڈ (USAID) کا ادارہ ہم جنس پرستوں کے حقوق کی بَرملا حمایت کرتا ہے اور یہ ادارہ پاکستان میں، خصوصاً شعبۂ تعلیم میں، خاصا سرگرم بھی ہے۔

مغرب کی خود اپنی کوئی اخلاقی بنیاد یا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی ان زوال پذیر اقدار پر لیکچر دے سکے یا انہیں پاکستان یا مسلم دنیا کے کسی بھی حصے پر مُسلط کرنے کی کوشش کرے۔ مغرب میں اخلاقی برائیاں اور بے حیائی عروج پر ہیں اور ان کے ناگوار اعداد و شمار وسیع پیمانے پر آن لائن دستیاب ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مغرب میں اخلاقی گراوٹ کس حد تک جا رہی ہے۔ جہاں تک ایچ آئی وی HIV سے متعلق اعداد و شُمار کا تعلق ہے تو:

- پچھلے سال تقریباً 15 لاکھ نئے کیسز سامنے آئے ہیں جو کہ باقی پوری دنیا میں آنے والے نئے کیسز کے مقابلے میں 10 لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اب ہم بہت سے ممالک اور دیگر بہت سی آبادیوں میں بھی ایچ آئی وی HIV متأثرین کی اچھی خاصی بڑھتی ہوئی تعداد کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

- اعداد و شُمار کے مطابق، سال 2021 کے دوران تقریباً ہر دو منٹ میں ایک نوعمر لڑکی یا نوجوان عورت ایچ آئی وی HIV مرض کا شکار ہوئی۔

- 2021 میں 650،000 اموات ایڈز کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئیں یعنی ہر ایک منٹ میں ایڈز کے موذی مرض نے ایک جان لے لی۔ اور یہ سب اس کے باوجود ہے کہ مغرب میں ایچ آئی وی HIV وائرس کا مؤثر علاج بھی موجود ہے اور اس وائرس کی روک تھام، تشخیص اور معالجہ کی سہولیات بھی موجود ہیں۔

کسی بھی معاشرے کے لئے ایسی بے حیائی اور غیر اخلاقی راہ پر چلنے کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔

اگلے اقدامات

اگلے اقدامات بالکل واضح ہیں، یعنی جس طرح 2018 کے خواجہ سراؤں کے ایکٹ کو قانونی جواز فراہم کیا گیا، اسی طرح ہم جنس پرستی LGBT پروپیگنڈا ہماری درسی تعلیم اور کُتب کا حصہ بن جائے گا۔ ایک 'اسلامی' ملک کہلوانے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے احکامات کی صریح خلاف ورزی کی یہ منافقت بند ہونی چاہئے۔ یہ ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ چاہے انفرادی یا معاشرے کے رکن کے طور پر، مغربی لبرلزم کی اس نئی لہر کے خلاف اپنی آواز بلند کریں کیونکہ خطرے کی گھنٹیاں پہلے ہی خوفناک حد تک اعداد و شُمار کی شکل میں بج رہی ہیں اور اُن میں سے HIV صرف ایک مثال ہے۔

فہرست

سرمایہ داریت، ملٹی نیشنل کمپنیاں اور تمباکو

فاطمہ مصعب

نوجوان نسل میں تمباکو نوشی اور الیکٹرانک سگریٹ (Vape) کا بڑھتا ہوا استعمال ایک اہم مسئلہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے کیمپس میں نوجوان طلباء میں تمباکو نوشی کے حوالے سے عموماً ایک بڑھتا ہوا رجحان پایا جاتا ہے جو نئے آنے والے طلباء کو بھی اس بُری عادت کو اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور قوی امکان ہوتا ہے کہ یہ عادت ساری عُمر کے لئے ایک روگ بن جائے۔

اعداد و شمار کے مطابق، "2017 اور 2019 کے دوران کالج کے طلباء میں الیکٹرانک سگریٹ (Vape) کے ذریعے نکوٹین کا ماہانہ استعمال 6 فیصد سے بڑھ کر 22 فیصد تک جا پہنچا جبکہ کالج نہ جانے والے 19 سے 22 سالہ نوجوانوں میں یہ شرح 8 فیصد سے بڑھ کر 18 فیصد تک ریکارڈ کی گئی"۔ (ذرائع)

گزشتہ کئی دہائیوں سے تمباکو نوشی کو ایک قابلِ قبول عادت کے طور پر لیا جاتا رہا ہے۔ لیکن اب لوگ ان روایتی سگریٹ کے نقصانات سے کافی حد تک آگاہ ہوتے جا رہے ہیں۔

دنیا میں اس وقت تقریباً ایک ارب سے زائد افراد تمباکو نوشی کی عادت میں مُبتلا ہیں اور صرف سال 2021 کے دوران میں، ان میں سے 70 لاکھ کے قریب افراد اپنی اس عادت کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، اور ساتھ ہی سگریٹ سے بالواسطہ متأثر ہونے والے افراد کی تعداد میں بھی ہوشربا حد تک اضافہ ہوگا۔ (ذرائع: WHO)

"ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سب سے بڑی قابلِ انسداد وجہِ موت، تمباکو نوشی رہی ہے۔ صرف تمباکو نوشی سے سالانہ 480،000 افراد ہلاک ہو جاتے ہیں — یعنی مجموعی طور پر ایڈز، گاڑیوں کے حادثات، غیر قانونی

ادویات ومنشیات اور خودکشی وغیرہ سے ہونے والی اموات سے بھی زائد—اور اس کے علاوہ سالانہ تقریباً 170 ارب ڈالر کا خرچہ الگ ہے جو صحت کے اخراجات پر صَرف ہوتا ہے"۔(سینٹر فار ڈیزیز کنٹرول اینڈ پریونشن: Centers for Disease Control and Prevention)

نتیجتاً، گزشتہ چند دہائیوں سے دنیا کے چند علاقوں میں سگریٹ نوشی کو قابلِ فخر سمجھ کر اس سے لطف اندوز ہونے کی تشہیر گھٹتی چلی جارہی ہے۔ اور اس کی جگہ الیکٹرانک سگریٹ (vaping) کی شہرت اس وجہ سے بڑھتی جارہی ہے کیونکہ اسے ایک 'محفوظ' طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

لیکن بہرحال اشیاء کے انتخاب اور استعمال میں اس تبدیلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمباکو کی صنعت متأثر ہورہی ہے۔ کسی بھی دوسری سرمایہ دارانہ صنعت کی طرح، تمباکو کی صنعت نے بھی یہ اسلوب اپنا کر اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ وہ اپنا منافع اُسی طرح برقرار رکھے، حالانکہ دُنیا بھر میں یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ تمباکو نوشی نوجوانوں کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔

"الیکٹرانک سگریٹ کی مصنوعات کے استعمال میں —خصوصاً نوجوان نسل میں، خاصا اضافہ ہوگیا ہے۔ 2018 میں، ہائی سکولوں کے تقریباً 20 فیصد سے زائد طلباء کے گزشتہ ماہ ای-سگریٹ کا استعمال کرنے کے باعث، سرجن جنرل نے اسے ایک وبا قرار دے دیا تھا۔ اب یہ صورتحال مزید بگڑتی جارہی ہے—2019 کے ابتدائی اعداد وشُمار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعداد بڑھ کر 27.5 فیصد تک جا پہنچی ہے"۔

"صرف دو سال کے عرصہ میں الیکٹرانک سگریٹ کے ذریعے چرس اور نکوٹین کا استعمال دوگنا سے تین گنا بڑھ جانا، 40 سال پہلے شروع ہونے والی تحقیق، 'مستقبل پر نظر' (Monitoring the Future-MTF) میں کسی بھی مواد کے استعمال کی تاریخ میں سب سے بڑا اضافہ ہے۔ الیکٹرانک سگریٹ سے منسلک صحت کے خطرات کے پیشِ نظر، یہ رُجحان خاصا پریشان کن ہے .... جبکہ کئی دہائیوں سے ہم نوجوان نسل خصوصاً کالج کے طلباء میں سگریٹ نوشی کی شکل میں نکوٹین کے استعمال میں مسلسل کمی دیکھ رہے تھے۔ اور اب، محض چند سالوں کے مختصر عرصہ

میں الیکٹرانک سگریٹ کے استعمال میں اس قدر اضافے کے باعث، 19 سے 22 سال کا ہر پانچ میں سے ایک نوجوان الیکٹرانک سگریٹ کے ذریعے نکوٹین لیتا ہے"۔(ذرائع)

کھیلوں کی سرگرمیاں اور تمباکو کی صنعت

نوجوان نسل، کھیل کُود کی سرگرمیاں اور تمباکو کا دہائیوں سے چوُلی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فیفا، قطر اور ڈبلیو ایچ او نے اس سال تمباکو نوشی اور ویپنگ پر بھی پابندی لگانے کو پسند تو کر لیا، لیکن ہر بار ایسا نہیں ہو سکتا اور ایسا کرنا یقیناً ہمیشہ کی طرح اتنا آسان بھی نہیں ہے جتنا کہ معلوم ہوتا ہے۔

"قطر میں منعقد ہونے والے فیفا ورلڈ کپ 2022 میں صرف فٹبال کے مقابلوں کا ہی آغاز نہیں ہو گا بلکہ شائقین کو دھوئیں سے پاک صاف سُتھری فضا میں اپنی نشستوں پر فٹ بال کے سب سے بڑے مقابلے دیکھنے کے لئے، دوحہ کے آٹھوں سٹیڈیم سے تمباکو اور الیکٹرانک سگریٹ کو بھی نکال باہر کر دیا جائے گا"۔(فیفا حکام کا بیان)

بہر حال اس بیان میں اس حقیقت کا تذکرہ نہیں کیا گیا کہ یہ پابندی صرف سٹیڈیم گراؤنڈ اور تماشائیوں کے بیٹھنے کی جگہ تک ہی محدود تھی۔ جبکہ سٹیڈیم کے بیرونی احاطہ میں تمباکو نوشی کے لئے مخصوص مقامات مختص کئے گئے تھے جہاں پر تمباکو نوشی اور الیکٹرانک سگریٹ کی اجازت عام تھی۔

فیفا کے بیانات میں یہ تذکرہ بھی نہیں کیا گیا کہ الیکٹرانک محلول بنانے والی ایک برطانوی کمپنی نے ایسی مصنوعات کا استعمال کرتے ہوئے پکڑے جانے پر برطانوی تماشائیوں کی طرف سے جُرمانے کی رقم خود ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ یا پھر اس حقیقت کا بھی تذکرہ نہیں کیا گیا کہ لونگ والے سگریٹ بنانے والی انڈونیشیا کی ایک کمپنی، Djarum نے کھیلوں کے دوران اُس روایت کو برقرار رکھا کہ وہ ورلڈ کپ کے لئے سپانسر کردہ سکریننگ میں ورلڈ کپ کے تشہیری مواد کی نمائش کے ساتھ ساتھ اپنی مصنوعات کی بھی تشہیر کرتی رہے۔

یہ کوئی علیحدہ اور الگ تھلگ پریکٹس نہیں ہے

”تمباکو بنانے والی کمپنیاں دُنیا بھر میں فٹ بال لیگوں، ٹورنامنٹ اور کلبوں کو سپانسر کرتی رہی ہیں اور اس پریکٹس کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی رہی ہے کہ فٹ بال کی عالمی گورننگ باڈی یعنی فیفا اور اس کی علاقائی اتحادی تنظیمیں جیسے UEFA کو بسا اوقات مختلف انداز سے تشکیل پانے والی ملکی لیگوں پر بہت کم اختیار ہوتا ہے۔اسی طرح کے انتظامی خلا ہونے کی وجہ سے تمباکو بنانے والی کمپنیاں، خصوصاً افریقہ، ایشیا اور جنوبی امریکہ کے براعظموں میں فُٹبال کے نامور کلبوں اور لیگوں کا استحصال جاری رکھے ہوئے ہیں“۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمباکو کی مشہور برانڈز، نوجوانوں کی جانب سے کھیلوں میں پائی جانے والی دلچسپی سے بخُوبی واقف ہیں اور تمباکو کی یہ کمپنیاں مختلف ممالک میں تمباکو کے خلاف کمزور قوانین کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتی رہی ہیں۔اوسطاً کم اور درمیانی آمدنی والے 14 ممالک میں سگریٹ کے پیکٹ پر کی جانے والی تحقیق کے مطابق تمباکو کی برانڈز اپنے صارفین کو راغب کرنے کے لئے کھیلوں کے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں۔اور اس تحقیق میں 36 ایسی مختلف برانڈز پائی گئیں جنہوں نے اپنی تشہیر کے لئے فُٹبال کی تصاویر اور الفاظ کے علاوہ "کھیلوں کی طرف کشش" کا منفرد استعمال کیا۔

"1994 میں ہونے والے ایشین فُٹبال مقابلوں میں سگریٹ کی ایک برانڈ، مارلبرو کی تشہیر کے فوائد کو دیکھتے ہوئے، فلپ مورس کمپنی کے ایک اجلاس میں علاقائی اور قومی سطح پر کھیلوں کے مقابلوں اور لیگوں کو سپانسر کرنے کی تجویز دی گئی اور اس میں چین، انڈونیشیا، جنوبی کوریا اور ہانگ کانگ کو ترجیحی مارکیٹوں کے طور پر منتخب کیا گیا۔ اس پیشکش میں چین نیشنل فٹ بال لیگ کی سپانسرشپ کے لئے تین سال تک 90 لاکھ ڈالر خرچ کرنے کی تجویز دی گئی۔اس پیشکش پر معاملات طے پا گئے اور یہ اس حقیقت کے باوجود ہوا کہ کھیلوں کے سٹیڈیم میں تمباکو کی تشہیر پر پابندی کا قانون موجود تھا جو اگرچہ ایک ہی سال بعد ختم ہو گیا"۔(ذرائع)

2022 میں برطانیہ میں الیکٹرانک سگریٹ کے سٹور چلانے والی ایک کمپنی، VPZ، نے 'تمباکو نوشی کے خاتمے کے قومی دن' کے موقع کی مناسبت سے ایک مہم کا آغاز کیا جس میں "تمباکو نوشی پر مکمل پابندی" کا مطالبہ کیا

گیا۔ VPZ کمپنی نے اس مہم کے لئے برانڈ ایمبیسڈر کے طور پر مشہور فٹبال کلب اور لیگ، ٹوٹنھیم اور لیورپول، Tottenham and Liverpool، کے سابق کھلاڑی نیل ریزر روڈک کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن ان کی اس مہم کا مقصد لوگوں کو تمباکو کی مصنوعات سے مکمل طور پر روکنا نہیں تھا—اس کی بجائے انہوں نے لوگوں میں الیکٹرانک سگریٹ یعنی ویپنگ کے استعمال کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔

ویپنگ، الیکٹرانک سگریٹ کے استعمال کی جانب یہ اقدام کوئی مثبت عمل نہیں ہے اور اسے صرف دو بُرائیوں میں سے کمتر کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے

"الیکٹرانک سگریٹ کی افادیت اور محفوظ ہونے کے حوالے سے بہت سے سوالات ایسے ہیں جن کے جوابات ابھی تک مطلوب ہیں۔ یہ بھی ابھی واضح نہیں ہے کہ الیکٹرانک سگریٹ کا تمباکو نوشی کے خاتمے کے حوالے سے کیا کردار ہے۔ اور اگرچہ وہ بے شک عام سگریٹ کی نسبت قدرے محفوظ بھی ہوں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ صحت کے لئے محفوظ ہوں۔ ادارۂ صحت کے حکام کو ان الیکٹرانک سگریٹوں کے مختلف ذائقوں یا ان میں موجود الیکٹرانک محلول کے گرم ہونے سے پیدا ہونے والے دیگر کیمیکلز کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ، حکام یہ بھی نہیں جانتے کہ کتنے نوجوان ایسے ہیں جو تمباکو نوشی کا آغاز تو الیکٹرانک سگریٹ کے استعمال سے کرتے ہیں لیکن آگے بڑھ کر وہ تمباکو کی دیگر مصنوعات کے عادی ہونے لگتے ہیں"۔ (نیویارک ٹائمز)

ہم الیکٹرانک سگریٹ کے بارے میں جتنا زیادہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں صحت کے حوالے سے اُتنے ہی زیادہ نقصان دہ نتائج کا علم ہونے لگتا ہے۔ ویپنگ کی مصنوعات میں نکوٹین شامل ہوتی ہے جو کہ نہایت نشہ آور ہے اور لَت لگ جانے والی شے ہے، یوں ایک شوق کے طور پر شروع ہونے والی عادت نکوٹین کی شدید لَت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

ویپنگ یعنی الیکٹرانک تمباکو کی مصنوعات سے وابستہ پھیپھڑوں کے شدید امراض میں مبتلا تقریباً 2807 مریض ہسپتالوں میں داخل کئے گئے، جس کے نتیجے میں فروری 2020 تک 68 اموات واقع ہو چکی ہیں۔

الیکٹرانک سگریٹ کے محلول کی زد میں آجانے کے باعث 2013اور 2017 کے درمیان، 5سال سے کم عُمر کے تقریباً5000بچوں کوایمرجنسی کمروں میں علاج فراہم کیا گیا۔(ذرائع)

لیکن الیکٹرانک سگریٹ کے نقصانات کو کم ترین دکھانے کی حکمت عملی کے تحت، ویپنگ کو ابھی تک فروغ دیا جارہا ہے۔

"کسی شے کے نقصان دہ اثرات کو کم کرکے ظاہر کرنا، صحتِ عامہ کی ایک حکمتِ عملی ہے تاکہ چند مخصوص عوامل اور طرزِ عمل کے منفی اثرات کو کم کیا جاسکے۔ان طریقوں کا مقصد ایسے طرزِ عمل کا مکمل سدّباب کرنا یاان سے محض پرہیز کرنے پر زور دینا نہیں ہوتا، کیونکہ ایسا کرنا غیر فطری یا غیر مؤثر ہو سکتا ہے۔

تمباکو کے استعمال کے حوالے سے ایسی حکمتِ عملی کا مقصد اُن لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے جو تمباکو نوشی ترک کرنے کی بجائے نکوٹین کے قدرے کم نقصان دہ ذرائع کو استعمال کرتے ہیں (مثلاً نکوٹین چیونگ گم یا پیوند کا طویل مدت تک استعمال)۔

لیکن امریکہ کا حالیہ نکتۂ نظر، جہاں صحتِ عامہ کے حوالے سے الیکٹرانک سگریٹ کے مضر اثرات کی کسی بھی قسم کی جانچ پڑتال کئے بغیر خُود امریکہ میں الیکٹرانک سگریٹ کا وسیع پیمانے پر دستیاب ہونا اور کمزور قوانین کا ہونا، اس حکمتِ عملی کے مؤثر ہونے کی ناکامی کو ظاہر کرتا ہے جو کسی شے کے نقصان دہ اثرات کو کم کرنے میں مؤثر ہو سکے"۔(ذرائع)

یہ کمزور قوانین ہی ہیں جو الیکٹرانک سگریٹ کی فروخت کو کھلی چھوٹ فراہم کرتے ہیں۔ امریکی محکمہ خوراک وادویات FDA نے تمباکو کی نئی مصنوعات کے متعلق اپنے قوانین وضع کرنے میں خاصی کوتاہی برتی اور پھر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ الیکٹرانک سگریٹ کے بارے میں قوانین کا مکمل طور پر اطلاق کرنے میں 2022 تک

تاخیر کرے گا۔اور اس اقدام نے نوجوان نسل میں بڑے پیمانے پر الیکٹرانک سگریٹ کے استعمال کرنے کی وجہ سے اس صنعت کو بھرپُور منافع کمانے کا موقع فراہم کیا۔

"الیکٹرانک سگریٹ اور تمباکو کی صنعت کی لابنگ(lobbying) اوراس صنعت سے ہونے والی بے تحاشا مالی فوائد کے تجزیے کے نتیجے میں اوباماانتظامیہ کے اعلیٰ حکام نے الیکٹرانک سگریٹ(ویپنگ) پر پابندی کی تجاویز کو مسترد کردیا، اس تجزیے میں یہ پیش کیا گیا تھا کہ الیکٹرانک سگریٹ پر پابندی لگانے کے اخراجات، ان پابندیوں سے صحتِ عامہ پر حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد سے کہیں زیادہ ہوں گے"۔(ذرائع)

الیکٹرانک سگریٹ کی صنعت پر تمباکو کی صنعت حاوی ہے۔

"2009 سے ہی جب مختلف صنعت کاروں نے الیکٹرانک سگریٹ متعارف کرانا شروع کئے، تواس کے ساتھ ہی بڑی صنعتوں کی طرف سے نئی الیکٹرانک مصنوعات کو بھی ایک موقع کی شکل میں استعمال کیا گیا۔ صنعت کاراس حد تک بے تاب تھے کہ وہ کسی ایک بھی خریدار کو نہیں کھونا چاہتے تھے لہذا وہ اپنی اپنی الیکٹرانک سگریٹ کی مصنوعات بیچنے لگے : ویوز (برطانوی امریکی تمباکو کی کمپنی) Vuse (British American Tobacco)، جُول(جس میں آلٹریا بھی کسی حد تک شراکت دار ہے) Juul (of which Altria is a minority shareholder)، لاجک(جاپان انٹرنیشنل تمباکو کمپنی) Logic (Japan Tobacco International)، یا پھر بلو(امپیریل برانڈ)" Blu (Imperial Brands) ۔

جہاں تک الیکٹرانک سگریٹ سے متعلقہ دیگر آلات(heat-not-burn) کی خرید وفروخت کا تعلق ہے، جو سگریٹ کے مقابلے میں قدرے کم درجہ حرارت پر تمباکو کو جلاتے ہیں اور فضا میں بخارات کا اخراج کرتے ہیں، توان کی مارکیٹ پر فلپ مورس انٹرنیشنل کمپنی کی جانب سے بنائی گئی IQOS کا غلبہ ہے جو کہ سگریٹ کی مشہور برانڈ، مارلبورو Marlboro کے بنانے والے ہیں۔ یہ تمام نئی مصنوعات پہلے ہی 13 ارب یورو کی مارکیٹ کی نمائندگی کرتی ہیں۔(ذرائع)

گزشتہ دہائیوں میں سگریٹ کی فروخت میں حیران کن کمی دیکھنے میں آئی ہے۔اس کے نتیجے میں تمباکو کی صنعت نے نئی مصنوعات کا تخمینہ لگایا جو ان کے منافع کی شرح کو برقرار رکھ سکیں اور ان کے خریداروں کو مستحکم رکھیں۔لہٰذا،وہ الیکٹرانک سگریٹ کے بارے میں غلط فہمی پھیلانے اور زیادہ سے زیادہ خریداروں کو ان مصنوعات کے استعمال کے لئے راغب کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ان کی اس کامیابی کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ میں سگریٹ کی فروخت میں کمی کے باوجود، تمباکو کی صنعت منافع میں اضافہ کا اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ خاص طور پر چونکہ ویپنگ (الیکٹرانک سگریٹ) میں استعمال ہونے والی نکوٹین کا محلول، تمباکو کے پتوں سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

تمباکو کی صنعت دنیا بھر میں بے پناہ اثر ورسوخ رکھتی ہے

ایسی قانون سازی کو رکوانے کیلئے، جو تمباکو کی صنعت کے مفاد کو زَک پہنچاتی ہو یا اس بات کو یقینی بنائے کہ ممکنہ قوانین اس صنعت کے حق میں منظور ہوں، تو ایسی کوششیں صرف امریکہ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سب مغربی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا متوسط اور کم آمدنی والے ممالک پر اثر ورسوخ کا نتیجہ ہو۔

مغربی ممالک کی تمباکو کمپنیوں نے نئی مارکیٹوں میں قدم رکھا اور سرمایہ کاری اور آزاد تجارت کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتے ہوئے دنیا بھر میں کئی چھوٹی چھوٹی کمپنیاں بنالیں اور 1970 میں لاطینی امریکہ، 1980 کی دہائی میں ایشیاٗ کے چند علاقوں اور 1990 کی دہائی میں سابقہ کمیونسٹ بلاک تک پھیلتی چلی گئیں۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عالمی سطح پر تمباکو کی صنعت پر چار نجی تمباکو کمپنیوں TTCs (Transnational tobacco companies) کا غلبہ ہے، جو کہ یہ ہیں—فلپ مورس انٹرنیشنل، برٹش امریکن ٹوبیکو (BAT)، جاپان ٹوبیکو انٹرنیشنل (JTI) اور امپیریل ٹوبیکو کمپنی۔

اور یہ سب کمپنیاں بے شمار مواقع پر اپنے پیسے اور اثر ورسوخ کو اس بات کو یقینی بنانے کے لئے استعمال کرتی ہیں کہ اُن کے مفادات کو زَک پہنچانے والے کوئی بھی قوانین متعارف نہ کرائے جا سکیں۔اس کی چند مثالیں ذیل میں ہیں:

- سری لنکا میں بی اے ٹی(BAT) کی ذیلی کمپنی، سیلون ٹوبیکو کمپنی (CTC) نے سری لنکا کی وزارت کے قانون سازی (جس میں تمباکو کے پیکٹ پر تصویری شکل میں صحت کے لئے انتباہ کو ضروری قرار دیا گیا) کے خلاف یکے بعد دیگرے متعدد قانونی چیلنج پیش کئے ہیں۔اس کے نتیجے میں اس قانون کی اثر انگیزی کو کمزور کرتے ہوئے قانون سازی میں تبدیلی کر دی گئی اور اس کا نفاذ بھی خاطر خواہ تاخیر کا شکار رہا۔

- تمباکو کی صنعت کی مداخلت سے افریقہ میں تمباکو نوشی کے کنٹرول کی پیش رفت میں رکاوٹ ڈالی گئی۔

- کینیا میں ان کمپنیوں کی دخل اندازی سے ایک ایسی صورتحال نے جنم لیا جس کے باعث تمباکو کنٹرول ایکٹ 2007 کو پارلیمنٹ سے منظور کرانے میں تیرہ سال سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا۔اسی طرح نمیبیا میں، سرکاری سطح پر تمباکو مصنوعات پر کنٹرول کا ایکٹ 1990 کے اوائل میں متعارف کرایا گیا لیکن 2010 تک یہ قانون منظور نہ ہو سکا۔اور اگر یہ قانون پاس ہو بھی جاتا تو تمباکو کی صنعت اپنے مفاد کے لئے اس قانون کے گرد نئے طریقے ڈھونڈ نکالتی۔

- کینیا میں سگریٹ پیک پر لازمی لگایا جانے والا صحتِ عامہ کا انتباہ اکثر صرف اسٹیکر کے ساتھ پایا جاتا ہے جو باآسانی اُتر جاتا ہے۔

- نائجیریا میں بی اے ٹی BAT پر یہ الزام ہے کہ اس نے تمباکو نوشی سے پاک قانون سازی کے نفاذ کو روکنے کے لئے "عوامی مقامات" کی تعریف کے حوالے سے سینئر پولیس حکام کو گمراہ کیا۔

- نمیبیا میں BAT نے 2010 کے ایکٹ پر عملدرامد رکوانے کے لئے قانونی دھمکیوں کا سہارا لیا۔

ذرائع: https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC4382920/

تمباکو کے سوداگروں کو انسانوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہے...ان کا مقصد ہر حال میں صرف منافع کمانا ہے۔

چاہے عام روایتی سگریٹ ہوں یا ویپنگ (الیکٹرانک سگریٹ)، ہمیں تمباکو کی صنعت میں عمومی طور پر عوام الناس کے حوالے سے غفلت کا برتاؤ صاف نظر آتا ہے۔اور اس کی مزید وضاحت اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ تمباکو کے سوداگر، اس کی غیر قانونی وناجائز تجارت میں ملوث ہیں۔ تمباکو اپنے صارفین کے لئے مضر ہے، کیونکہ اسمگل شدہ سگریٹ نشے کی شرح میں اضافہ کا باعث ہیں جو کہ خاص طور پر کم آمدنی والے افراد کے لئے تمباکو نوشی کی لت کو مزید ہوا دیتے ہیں اور تمباکو کنٹرول کرنے کی پالیسیوں کو سبوتاژ کرتے ہیں۔

یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے، خصوصاً جب اس حقیقت پر غور کیا جائے کہ تمام غیر قانونی سگریٹوں کا تقریباً 60-70 فیصد خود تمباکو کی صنعت کے ذریعہ ہی تیار کیا جاتا ہے۔اوسطاً کم اور متوسط آمدنی والے ممالک میں تمباکو کی مارکیٹنگ کے دوران، خواتین اور نوجوان نسل ہی اُن کا نشانہ ہوتی ہے۔

"گزشتہ چند دہائیوں کے دوران کی جانے والی خاصی جامع اور مفصل تحقیق کے شواہد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس صنعت کی تشہیری سرگرمیاں نوجوانوں کو تمباکو نوشی کی طرف راغب کرنے، کچھ صارفین کو سگریٹ ترک کرنے سے روکنے اور مزید صارفین کو گھیرنے میں ایک اہم عنصر رہی ہیں"۔(NCI)

لیکن ان میں سے کچھ بھی اچنبھے کی بات نہیں ہونی چاہئے...

ہمیں نظر آتا ہے کہ منافع حاصل کرنے کی غرض سے کسی کا استحصال کرنا ہر سرمایہ دارانہ صنعت کا خاصہ رہا ہے اور تمباکو کی صنعت بھی اس لالچ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تمباکو کی صنعت بھرپُور طریقے سے اس بات کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کر رہی ہے کہ ان کے منافع میں کوئی کمی نہ ہونے پائے، حتیٰ کہ اگر اس کے لئے نوجوانوں میں نشے کی لت کو فروغ دینا پڑے یا انہیں گھٹیا معیار کی مصنوعات فراہم کی جائیں جن کے خطرات اور بھی زیادہ ہیں۔

اس بات کی یقین دہانی کے لئے کہ ان کے اقدامات ناکام نہ رہ جائیں، وہ سوداگر دنیا بھر کے ممالک میں قانون سازی میں مداخلت کرتے ہیں تاکہ ان پر عائد کی جانے والی کسی بھی قسم کی پابندی اور قدغن کو محدود کیا جا سکے۔

لیکن اسلامی نظام کے تحت، اس سب کی اجازت نہیں ہو گی۔ اسلام میں صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ ہی قانون ساز ہے نہ کہ انسان۔ لہٰذا حکمران صرف احکامِ الٰہی کو ہی نافذ کریں گے اور ریاستِ اسلامی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ اسلامی قوانین اپنے مکمل اثر و نفوذ کے ساتھ لاگو ہوں۔

لہٰذا کوئی بھی کمپنیاں اس حیثیت میں نہ ہوں گی کہ وہ قانون سازی میں دخل اندازی کریں یا حکام پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں جس طرح کہ وہ آج کے دَور میں کرتی ہیں، اور یوں اس طرح سے ان کمپنیوں کے اقدامات کو کنٹرول میں رکھنے میں مدد ملے گی۔ اور اسلامی ریاست اس بات کو بھی یقینی بنائے گی کہ ان کمپنیوں کی وجہ سے انسانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً ﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اور اپنے میں سے صاحبِ اقتدار و اختیار کی۔ اور اگر تم کسی معاملے میں تنازعہ کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، اگر تم واقعی اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ کار بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے“۔(النساء:59)

فہرست

ہمیشہ رہنے والا گھر

''ہمیں سوموار تک یہ کام ہر صورت میں مکمل چاہئے''

''اس پر پہلے سے ہی کام جاری ہے''

''دھڑام''

''صوفے پر کسی کے زور سے گرنے کی آواز!''

''الحمدللہ''

وہ لمحہ، سارا دن کی انتھک مصروفیات کے بعد، دفتر سے گھر واپسی، تھک ہار کر صوفے پر گر جانا، بچے بھی نیند کی وادی میں جا چکے ہیں، گلی میں ٹریفک کا شور بھی مدھم پڑ چکا ہے... مکمل خاموشی اور سکون کا سماں۔ اس کام پر فخر جو ہم نے کر دکھایا۔ "کیسا زبردست دن تھا یہ، الحمدُللہ"، ہم اپنے آپ سے کہتے ہیں۔ اور اگلے دن ہم دوبارہ کام پر چلے جاتے ہیں اور یہ سب پھر سے ہوتا ہے۔ کبھی کبھار ہمارے دن ایسے نہیں بھی گزرتے۔

''پراجیکٹ تاخیر کا شکار ہو چکا ہے''۔ بچے جھگڑ رہے ہیں یا رو رہے ہیں۔ کبھی کبھی اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ ہم کتنی محنت کر رہے ہوتے ہیں، ہم وہ کام کرنے کے لئے کتنے جتن کر رہے ہوتے ہیں جو ہمیں کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ... مگر پھر بھی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہوتی اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو پاتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم جتنا مرضی انتھک دوڑتے رہیں، اگر پیچھے نہ بھی کھینچتے جا رہے ہوں تو بھی ہم وہیں کے وہیں کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم جتنا بھی نتیجہ خیز بننا چاہ رہے ہوں لیکن ہم صرف ناکام ہی نظر آتے ہیں۔ یہی دنیا ہے!

دیکھو، یہی دُنیا ہے۔ زندگی میں اُتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ کسی روز ہم کامیابی کی بلندیوں پر اپنے کام میں اعلیٰ درجے پر ہو سکتے ہیں، تو اگلے ہی دن؟ ایسا لگتا ہے جیسے ہم کھیل کے تمام گر اور داؤ پیچ ہی بھُلا بیٹھے ہیں۔ سب کچھ ختم ... وہ دن تو ہمیں تقریباً توڑ ہی ڈالتے ہیں۔ ہم کسی ایسے امتحان میں بھی فیل ہو سکتے ہیں جس کے لئے کافی عرصے تک ہم جاگ کر پڑھائی کرتے رہے تھے۔ ہماری نوکری بھی ختم ہو سکتی ہے اور ہم اپنے کسی پیارے سے جُدا بھی ہو سکتے ہیں۔ ہمارا کوئی اپنا قریبی عزیز بھی ہمیں نیچا دکھا سکتا ہے۔ ہم پر کوئی ناگہانی مصیبت بھی آسکتی ہے یا کسی ایسے الزام میں جیل بھی ہو سکتی ہے جس کا ارتکاب کرنا تو درکنار بلکہ ہم نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔ ایسے سب عوامل ہمیں توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اگر ہم کبھی بھی اپنی اگلی زندگی یعنی آخرت کی طرف نہ دیکھیں تو یہ دنیا ہمیں کہیں کا نہ چھوڑے گی اور ہم ٹوٹ پھُوٹ کر رہ جائیں گے۔ الحمدللہ کہ ہم مسلمان ہیں، اسلام کی نعمت سے فیضیاب ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کا شرف ہمیں حاصل ہے، ایمان جیسی دولت سے ہمیں نوازا گیا ہے، ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہی رہنمائی کے طلبگار ہیں اور اپنے پیارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی ہی پیروی چاہتے ہیں، یہ دنیا کبھی ہماری امید اور ہمت کو نہیں توڑ سکتی۔ چاہے ہمارا کچھ بھی نقصان ہو جائے لیکن یہ دُنیا ہماری امیدوں اور ہمتوں کو توڑ نہیں سکتی۔ اگر بُرے دن آ بھی جائیں تو تب بھی ہم اپنی آخرت کو ہی سنوار رہے ہوتے ہیں، ہمارے وہ دن کبھی ضائع نہیں ہوتے۔

ایک مسلمان اور ایک داعی کے طور پر ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ دُنیا عارضی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ دُنیا اس عارضی راستے کی طرح ہے جو ہمیں آخرت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ چاہے ہم پر کتنی ہی مشکلات کیوں نہ آن پڑیں اور کیسے ہی بُرے دن آجائیں، یہ سب صرف عارضی ہیں۔ ہماری اگلی زندگی کی راہ پر دُنیا کی حیثیت صرف ایک مسافر خانہ کی سی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی یہاں بوئیں گے وہی اگلے جہان یعنی آخرت میں کاٹیں گے۔ یہ سب جانتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ جتنا ممکن ہو سکے، ہم ایسے کام کریں جن سے عظیم کامیابی حاصل ہو اور ہم اپنی آخرت کو بہترین بنائیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ .... اس عارضی راستے سے گزرتے ہوئے آخر کیسے ہم وہ عظیم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟ ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

« كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ »

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ **"رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا 'اس دنیا میں ایسے رہو جیسے تم کوئی اجنبی یا مسافر ہو'"۔ راوی مزید بیان کرتے ہیں: ابنِ عمرؓ کہا کرتے تھے "اگر تم شام کو پالو تو یہ اُمید مت رکھو کہ صبح تک زندہ رہو گے اور اگر صبح کو پالو تو شام تک زندہ رہنے کی اُمید مت رکھو، اور اپنی صحت سے بیماری کے لئے کچھ حاصل کر رکھو اور اپنی زندگی سے موت کے لئے کچھ حاصل کرو"۔**

ہمیں اپنے ایمان پر مکمل مضبوط ہونا چاہئے۔ ہمیں اس کو تقویت دینی چاہئے اور ایسے پروان چڑھانا چاہئے کہ جب ہمیں اس کی ضرورت ہو تو یہ ایمان ہی ہمیں مضبوط سہارا دے سکے۔ "اور آخر یہ سب ہم کیسے کریں؟" کوئی بھی یہ سوال پوچھ سکتا ہے۔ تو پہلے ہمیں آگاہ رہنے کی ضرورت ہے کہ یہ ہمیشہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

« حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ »

"جنت مشکلات میں گھری ہوئی ہے اور آگ (دوزخ) خواہشات سے گھری ہوئی ہے"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾

”ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر اس کی رونقیں ہیں تاکہ جانچیں لوگوں کو، کہ کون اُن میں اچھے کام کرتا ہے“(الکھف: 7)

دوسرا، ہمیں اپنی آخرت کے روز اپنے میزان اور اس کے مطابق فیصلہ کی حقیقت کو انتہائی غور، دھیان اور ہوش و حواس سے دیکھنا چاہئے۔ ہمیں اپنے آپ کو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ موجودگی کے حوالے سے یاد کراتے رہنا چاہئے، اس لمحہ بھی، جبکہ آپ یہ سُن رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی دیکھ رہے ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ وہ سب بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں جو ہم کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے۔ ہمیں بس اللہ کی کتاب یعنی قرآنِ مجید میں مگن رہنا چاہئے، یہ جانتے ہوئے کہ اس سے زیادہ سچے الفاظ نہیں ہو سکتے۔ قرآنِ پاک میں روزِ آخرت کا بارہا تذکرہ ہمیں اُس دن کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے۔ یہ ہمیں احساس دلاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اس دن کی آمد کے بارے میں خبردار کرتے ہیں، کہ روزِ محشر قریب ہی ہے تاکہ ہم اپنے آپ کو اس دن کے لئے تیار رکھیں اور اس کی تیاری کریں۔ ہمارے اور اُس دن کے درمیان کچھ دوری اور فاصلہ نہیں... ...سوائے موت کے!

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿٢﴾

”لوگو! ڈرو اپنے رب سے، بے شک قیامت کا بھونچال ایک بڑی ہولناک چیز ہے۔ جس دن اس کو دیکھو گے، ہر دودھ پلانے والی (ماں) اپنے بچے کو دودھ پلانا بھول جائے گی اور ہر حاملہ (ماں) اپنا حمل گرادے گی اور تُم لوگوں پر ایک نشہ طاری دیکھو گے، جبکہ یہ اُن پر نشہ نہیں بلکہ یہ اللہ کا سخت عذاب ہے“(الحج: 2-1)۔

تیسرا، ہمیں اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی بلکہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے کام کرنا چاہیے، وہ کام جو درست اور حق ہیں۔ ہمیں اپنے آرام اور اپنے خوف سے بھی زیادہ، سب سے بڑھ کر صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لئے کام کرنا چاہیے۔ ہمیں صبر کرنا چاہئے، ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے، بچوں کی پرورش تقویٰ پر کرنی چاہیے اور زمین پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کے قیام کے لئے لازمی جستجو کرنی چاہئے۔ یہی حقیقی ایمان ہے، صحابہ کرامؓ کا ایمان۔ وہ

ایمان جو کہ ہمیں اِن دنوں سے بچا کر لے جائے گا اور آخرت کی کامیابیاں دلائے گا۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ آپ پر اچھے دن آئیں یا بُرے دن، یاد رکھیں کہ یہ دُنیا عارضی ہے، اور جو کچھ بھی آپ اس گھر میں تیار کر رہے ہیں، آپ کو اپنی ہمیشہ رہنے والی زندگی میں اُسی کے ساتھ رہنا ہے، چاہے وہ اچھا ہو ... یا برا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں اور ہماری نگاہیں صرف ایسے اعمال انجام دینے کی طرف مرکوز کر دیں جو اس فانی دُنیا میں کرنے چاہئیں تاکہ ہم آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی کامیابیاں سمیٹ سکیں۔

فہرست

"فوجی یا سِول بالادستی" کی جنگ نے پاکستان کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے! ہماری نجات خلافت کے قیام کے ذریعے شریعت کی بالادستی قائم کرنے میں ہے

حزب التحریر، ولایہ پاکستان

پچھلے کئی ہفتوں سے پاکستان کی سیاست ہیجان، سنسنی اور عدم استحکام سے دوچار ہے۔ یہ بات اب واضح ہو چکی ہے کہ پاکستان میں جاری اس سیاسی سرکس کی وجہ سینئر ججوں، جرنیلوں اور سیاست دانوں پر مشتمل اشرافیہ کی آپس کی لڑائی ہے، جو عوام کے حقیقی مسائل سے بے پرواہ ہو کر محض اپنے اقتدار کو جاری رکھنے یا پھر اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے باہم دست و گریباں ہیں۔ بے شک اس تمام تر کشمکش میں پاکستان کے عوام کے لیے کچھ نہیں ہے، جو شدید معاشی بدحالی میں گھرے ہوئے ہیں اور شدید مایوسی سے دوچار ہیں۔

ججوں، جرنیلوں اور سیاست دانوں نے محض اقتدار کی ہوس میں پاکستان کے معاشرے کو کئی خطوط پر تقسیم کر دیا ہے۔ ان کی باہمی کشمکش کے نتیجے میں پاکستان کے عوام اور فوج میں موجود اُنہی کے بیٹے، ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ کئی املاک آگ کی نذر ہو گئیں، عزتیں پامال کی گئیں، کعبے کی حرمت سے زیادہ حرمت رکھنے والا مسلمان خون خود غرض مقاصد کے لیے بہایا گیا۔ اشرافیہ کے مفاد پرست دھڑے یہ سب کر گزرے اگرچہ پاکستان کی مسلم افواج اور عوام کا ایک دوسرے کے خلاف کھڑا ہو جانا مسلمانوں کی قوت کو ہی کمزور کرتا ہے جیسا کہ اس سے قبل نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتیجے میں ہوا، جب پاکستان کی افواج کو خطے میں امریکہ کے استعماری مفاد کی خاطر اپنے ہی لوگوں کے خلاف استعمال کیا گیا، نتیجتاً کشمیر کے محاذ پر پاکستان کمزور ہو گیا اور بالآخر بھارت نے کشمیر کی اسلامی سرزمین کو ہڑپ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: ﴿**وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ**﴾ **"اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو اور آپس میں مت لڑو، کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"** (الانفال: 46)۔

آپس کی تمام تر جنگ کے باوجود جج، جرنیل اور سیاست دان ریاست کے اُس لبرل سیکولر فریم ورک پر مکمل طور پر متفق ہیں جو امریکی ورلڈ آرڈر کی خدمت گزاری کے لیے پچھلی سات دہائیوں سے پاکستان میں نافذ ہے۔ اس سیکولر ریاستی فریم ورک کے تحت پس پچھلے 76 سالوں کے دوران، فوجی اور سِوَل دونوں اقتداروں میں، پاکستان میں سرمایہ دارانہ اقتصادی پالیسوں کا نفاذ جاری رہا، استعماری آئی ایم ایف کی ہدایات پر پاکستان کی کرنسی کی قدر میں مسلسل کمی واقع ہوتی رہی، پاکستان کے عوام غربت، مہنگائی اور محرومی کی چکی میں پیس دیے گئے، جبکہ سودی سرمایہ کاروں کی دولت میں اضافہ ہوتا رہا اور دولت اور وسائل چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی۔ فوجی اور سِوَل دونوں ادوار میں، خطے میں پاکستان کی حیثیت امریکہ کے مہرے کی رہی اور پاکستانی افواج کو امریکی مفاد کے لیے کرائے کی قوت کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔

آپس میں برسرِ پیکار دھڑے اس بات پر بھی متفق ہیں کہ ریاست کے حکومتی، اقتصادی، عدالتی اور خارجہ پالیسی معاملات میں اسلام کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ لوگ پاکستان کے اسلام پسند عوام کی حمایت اور ہمدردی حاصل کرنے کے لیے محض زبانی کلامی اسلام کا نام لیتے ہیں مگر اس بات پر سختی سے کاربند ہیں کہ انسانی فیصلوں اور قوانین کو اللہ کی نازل کردہ شریعت پر ہر حال میں فوقیت اور بالادستی حاصل ہو گی اور کسی بھی صورت اسلام کو سیاسی اُمور کے لیے بنیاد بننے نہیں دیا جائے گا۔ ایسا وہ اس امید پر کرتے ہیں کہ اس کے صلے میں وہ مغربی طاقتوں کے منظورِ نظر بن سکیں اور اُنہیں اقتدار کے لیے امریکہ کی پشت پناہی میسر ہو جائے۔

اشرافیہ میں موجود مختلف دھڑوں کی یہ لڑائی پچھلے 76 سالوں سے جاری ہے، جو کبھی مدھم ہو جاتی ہے اور کبھی بھڑک کر سیاسی بحران کو جنم دے دیتی ہے، یہ کبھی سِول اور فوجی قیادت کی باہمی کشمکش کی صورت میں سامنے آتی ہے اور کبھی فوج کے اندر ہی آرمی چیف کے عہدے کے لیے رَسہ کشی کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ تاہم درحقیقت یہ پاکستان کا جمہوری ریاستی ڈھانچہ ہے کہ جو ریاست پر اشرافیہ کے خود غرض کنٹرول کو دوام بخشتے ہوئے ہے۔ جمہوریت میں موجود انسانی قانون سازی کا اختیار لالچی طاقتور لوگوں کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ قانون سازی کر کے ریاستی

طاقت کو اپنے حق میں استعمال کر سکیں اور اپنے لیے زیادہ سے زیادہ طاقت سمیٹ سکیں۔ پس جب تک یہ جمہوری نظام باقی رہے گا، پاور پالیٹکس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اے پاکستان کے مسلمانو! فوج اور اس کی موجودہ اتحادی پی ڈی ایم، اور پی ٹی آئی اور اس کے حمایتی ججوں پر مشتمل کسی بھی دھڑے کی کامیابی آپ کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی نہیں لائے گی۔ کیونکہ یہ آپ کی گردنوں پر اُسی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو نافذ کرنے کے خواہاں ہیں جو آپ کے مسائل کی بنیادی وجہ ہے۔ 'فوجی بالادستی یا سِول بالادستی' کی پکار فریب کے سوا کچھ نہیں کیونکہ سِول اور فوجی دونوں قیادتیں، امریکہ کے استعماری ورلڈ آرڈر کی بالادستی کے تحت کام کرنے کے لیے بخوشی تیار ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس خود غرض سیاست اور سیکولر جمہوری نظام کو ختم کر کے ایک نئی سیاست اور نئی ریاست کی بنیاد رکھی جائے، جو ہماری زندگیوں کو دوبارہ اللہ کی نازل کردہ وحی پر استوار کرے۔ ایک ایسی ریاستِ خلافت جس میں خلیفہ کی اطاعت اور وفاداری اس شرط پر کی جاتی ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ کے نازل کردہ قوانین کے ذریعے حکمرانی کرتا ہے۔ اور جس میں سب مسلمان خلیفہ کا محاسبہ اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ حکمران اسلام کے جامع اور ہمہ گیر نفاذ کے ذریعے لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کا پابند ہے۔ خلافت کی عدالتیں شریعت کے نور کی روشنی میں فیصلے کرتی ہیں اور تمام ریاستی ادارے اور عوام شریعت کی بالادستی کے سامنے مکمل سرنگوں ہوتے ہیں اور قرآن وسنت کا فیصلہ ہی حرفِ آخر ہوتا ہے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! حزبُ التحریر ہی وہ واحد جماعت ہے جو آپ کو خلافت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ یہ وہ جماعت ہے کہ جو عین اسلام کی بنیاد پر آپ کی رہنمائی کرتی ہے۔ یہ اپنی فکر اور سمت پر کبھی سمجھوتہ نہیں کرتی کیونکہ اس کی فکر کا ماخذ اسلام ہے اور اس کا منہج شرعی نصوص کی بنیاد پر استوار ہے۔ اس کا دوٹوک موقف اس کے خالص اندرونی ماحول کا عکاس ہے، اور اس کی عالمی قیادت اس بات کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ آپ کے امور کی دیکھ بھال اسلام کے احکامات کی بنیاد پر کرے، جنہیں حزب نے اپنی کتابوں میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ پس آپ پر لازم ہے کہ آپ حزب کے شباب کے ساتھ مل کر خلافت کے قیام کی ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر اٹھائیں اور

اِس بات کا پختہ ارادہ کریں کہ اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک خلافت کا سورج امت پر طلوع نہ ہو جائے۔

اے افواجِ پاکستان میں موجود مخلص افسران! پاکستان میں رائج جمہوری نظام آپ کو چکی کے دو پاٹوں میں پیس رہا ہے۔ ایک طرف فوجی قیادت ہے جو محض اپنے اقتدار کی خاطر، آپ کی طاقت کو آپ کے اپنے لوگوں کے خلاف استعمال کر رہی ہے، تو دوسری طرف سِوَل بالادستی کے جھوٹے دعوے دار ہیں جو محض اقتدار میں اپنی باری حاصل کرنے کے لیے آپ کو ہدف بنا رہے ہیں۔ جبکہ اس سے قبل اس سیکولر جمہوری نظام نے دو دہائیوں تک آپ کو امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف جھونک رکھا تھا۔ تو کیا آپ اس بات کی تمنا نہیں کرتے کہ آپ کا خون اور پسینہ اِن خود غرض قیادتوں کی بجائے اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر بہے اور آپ کو اپنے ہی لوگوں سے لڑنے کی بجائے اسلام کا جھنڈا دے کر کشمیر اور فلسطین کی آزادی کے لیے روانہ کیا جائے؟! کیا ایسی فوجی بالادستی کسی عزت و شرف کا باعث ہو سکتی ہے جو اسلام کی بجائے مغربی ورلڈ آرڈر کو سہارا دے رہی ہو۔ عزت و شرف کا راستہ صرف اللہ رب العزت کی اطاعت کا راستہ ہے۔ آگے بڑھیں اور خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کی قیادت کو اپنی نُصرہ فراہم کریں۔ بے شک خلافت کا قیام ہی مومنین کے دلوں کو تسکین بخشے گا اور خلافت اسلام کی ہدایت کے نور سے منتشر دلوں کو جوڑ دے گی جیسا کہ اسلام نے آکر انصارِ مدینہ کے قبائل کے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا تھا۔

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْاوَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًاۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا، پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی

بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ" (آل عمران: 103)

29 شوال، 1444 ہجری

19 مئی 2023 عیسوی

حزب التّحریر

ولایہ پاکستان

فہرست

مغربی تجربیت اور مذہب کی زندگی سے علیحدگی (حصہ اول)

فائق نجاح، پاکستان

مغرب اپنی تاریخ کو مبہم رکھتا ہے اور اسے ایک مختلف تناظر میں پیش کرتا ہے۔ اس کا دعوٰی ہے کہ ان کا تجربیت (Empiricism) کو اپنانا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ ان کی ترقی اور روشن خیالی کی خواہش کا نتیجہ تھا۔ لیکن مغربی تہذیب کی تلخ حقیقت یہ ہے کہ اس کی تعمیر عیسائیت اور مادیت کی سفاکانہ مخالف قوتوں کے درمیان ایک لاپرواہ سمجھوتہ پر ہوئی ہے۔ یہ تجربیت پر مبنی سحقیقت کو سوچ کا مصدر بنانے کا طریقہ ہی تھا جس نے مذہب کو زندگی سے الگ کر کے اس گمراہ کن سمجھوتہ کو ممکن بنایا۔ پھر یہ غیر مستحکم سمجھوتہ وہ غلط بنیاد بن گیا جس پر پوری موجودہ مغربی تہذیب قائم ہوئی۔

مغرب اس سب کی وضاحت نہیں کرتا۔ مغرب اپنے عیسائی ماضی کی صحیح تصویر پیش نہیں کر سکا، کیونکہ اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسلام سے ان کے گہرے روابط کو تسلیم کیا جاتا۔

گیارہویں سے تیرھویں صدی عیسوی کے عرصے میں جن تعلقات میں شدت پیدا ہوئی، اس کا اندازہ یونیورسٹیوں کے کردار کے ساتھ ساتھ سسلی، مالٹا اور اندلس کے ایسے مقامات سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو ان ثقافتی اور سائنسی روابط کے ذرائع تھے۔ نمایاں ترین طلباء میں لیونارڈو فیبنا چی (Leonardo Fibonacci)، ایڈیلارڈ آف باتھ (Adelard of Bath)، کانسٹینٹائن افریقی (Constantine the African) اور دیگر یورپی طلباء شامل تھے، جنہوں نے طب، فلسفہ، ریاضی اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلامی دنیا میں قائم سائنس کے اداروں کی جانب رخ کیا۔ اس سلسلہ میں تراجم نے بھی مؤثر کردار ادا کیا جیسا کہ اسپینیوں کے قبضے کے بعد امریکی شہر ٹولیڈو (Toledo) میں اسلامی ورثے کے جیرارڈ آف کریمونا (Gerard of Cremona) کے کیے گئے

تراجم اور سسلی میں اسلامی ورثے کے تراجم، جب 965ء میں مسلمانوں کے اس جزیرے کو فتح کرنے کے بعد پھر 1091ء میں نارمنوں (Normans) نے اسے دوبارہ حاصل کیا تھا۔

یوں نارمن عرب ثقافت نے جنم لیا، جس کی سرپرستی سسلی کے راجر دوئم جیسے حکمرانوں نے کی، جن کے دربار میں مسلمان سپاہی، شاعر اور علماء موجود ہوا کرتے تھے۔ کتاب "دور کی زمینوں میں خوشگوار سفر کی کتاب" (نزهة المشتاق في اختراق الآفاق) جسے لاطینی زبان میں طبیولا روجیریانا (Tabula Rogeriana) یعنی "راجر کی کتاب" بھی کہا جاتا ہے، جسے الادریسی المراکشی نے شاہ راجر دوئم کے لیے لکھا، اس کو قرونِ وسطیٰ (Middle Ages) کے عظیم ترین جغرافیائی نسخوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ 1127ء میں اسٹیفن البیزی نے طب پر ایک عربی کتابچے کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ الخوارزمی نے نویں صدی عیسوی میں عربی ہندسوں کا استعمال کرتے ہوئے ریاضی کے مسائل کو حل کرنے کا ایک طریقہ وضع کیا، جسے لیونارڈو فیبوناچی نے یورپ میں متعارف کیا۔

چیسٹر سے تعلق رکھنے والے رابرٹ سمیت کئی لوگوں نے الخوارزمی کی "تکمیل و توازن کے ساتھ حساب کی جامع کتاب" (عربی: كتاب المختصر في حساب الجبر والمقابلة لاطینی: Liber Algebræ et Almucabola) کا ترجمہ بھی 1145ء کے آس پاس کیا۔ اس کا اثر بعد کے ادوار میں بھی جاری رہا جیسا کہ فرانسیسی مؤرخ گستاو لی بون (Gustave Le Bon) اپنی کتاب "عربوں کی تہذیب" (La Civilisation des Arabes) میں کہتا ہے کہ مشہور فرانسیسی جنرل نپولین بوناپارٹ 1801ء میں مصر سے اپنے ملک فرانس واپس آتے ہوئے اپنے ساتھ امام مالک ابن انس کے فقہی مذہب کی ایک کتاب لے گیا جس کا نام "شرح الدردير على متن خليل" تھا۔ مالکی فقہ وہ پہلی اسلامی فقہ تھی جس سے یورپی متعارف ہوئے۔ نتیجتاً فرانسیسی قانون، ریاست کی نشاۃ ثانیہ کی سب سے اہم وجوہات میں سے ایک تھا، بالخصوص دفعات، معاہدات اور ذمہ داریوں کے معاملات میں۔ یوں اسلامی فقہ، خاص طور پر مالکی مذہب کا، فرانسیسی قانون سازی پر بہت گہرا اثر ہوا، خاص طور پر دیوانی قانون کا وہ ضابطہ جسے "نپولیونِک کوڈ" (Code Napoléon) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے علمائے کرام اور فقہاء کے مطالعے اور موازنہ کے نتائج کے مطابق، مالکی فقہ اور فرانسیسی قانون کے درمیان 90 فیصد تک مماثلت پائی گئی۔ یہ مطالعہ کرنے والے علماء میں شیخ مخلوف المنیاوی شامل ہیں، جو مصر میں خدیو اسماعیل پاشا (Khedive Ismail Pasha) کے دور (1863-1879 CE) میں جج تھے، جنہوں نے مالکی فقہ اور فرانسیسی قانون کے درمیان اپنا موازنہ پیش کیا۔ انیسویں صدی کے آخر میں مصر کے وزیر انصاف قادری پاشا، اور قانون سازی کے موازنہ کے ماہر اور الازہر کے عالم سید عبداللہ علی حسین کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس دوران ہالینڈ کے شہر دی ہیگ (The Hague) میں اکیڈمی آف انٹرنیشنل لاء کا ایک رکن پروفیسر میخائل الیگزینڈر ووچ توبے (Michel de Taube) اسلام کے انسانی اور اخلاقی پہلوؤں پر اثرات کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔ یہ پہلو اسلام کے اس فقہی فلسفے میں بہت گہرے تھے جو قرون وسطیٰ میں یورپ پر غالب رہا، جس کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ وہ وقت تھا جب (یورپ میں) انسانیت مصائب اور مایوسی کا شکار تھی۔ اس نے یورپ اور بین الاقوامی قانون پر اسلامی قانون سازی کے اصولوں کے اثرات کا ذکر کیا۔

بعض تاریخی ذرائع کا کہنا ہے کہ اندلس میں کاسٹائل کے بادشاہ الفونسو نہم (Alphonso IX, the King of Castile) نے یورپ میں پہلا قانونی ضابطہ تحریر کیا، جو تین جلدوں میں لاطینی تشریحات کے ساتھ شائع ہوا۔ اس نے اسے بالخصوص مسلم اندلس کے "قانونِ ولایات" (صوبوں کے قوانین) سے اخذ کیا جو 679ھ بمطابق 1289ء کا تھا۔ اس کے علاوہ فریڈرک دوم نے، جو سسلی کا بادشاہ اور جرمنی کا شہنشاہ تھا، 1250ء میں اپنے قوانین اسلامی فقہ سے اخذ کیے تھے۔ اس سے اس نے بلاواسطہ اور بالواسطہ ٹیکس، فوجی ڈھانچے، کسٹم ڈیوٹی، اور معدنیات اور کچھ اشیاء پر ریاست کی اجارہ داری جیسے قوانین لیے جو اسلامی قانون میں نویں اور دسویں صدیوں سے مشہور تھے۔ تاہم، یہ پورے یورپ کے لیے ایک نمونہ بن گیا۔

لہٰذا مغرب اپنے عیسائی ماضی کی صحیح تصویر پیش نہیں کر سکا، کیونکہ اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسلام سے ان کے گہرے روابط کو تسلیم کیا جائے۔ اسی طرح مغرب مادیت پرستی (Materialism) کو مزید اہمیت دینے کے خوف سے مادیت پرستی کے درپیش چیلنج کی شدت کو بھی سچائی سے بیان نہ کر سکا۔ بہر حال، تاریخ کے ان تاریک

گوشوں کو بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مغربی تجربیت کی اہمیت اور مغرب کے مذہب کو زندگی سے الگ کرنے کی وجہ کو پوری طرح سے سمجھا جا سکے۔

یورپ کی عیسائی تہذیب اور مادیت کے تصورات کے خلاف تگ ودَو

یورپ کی عیسائی تہذیب کا ادراک کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ یہ تہذیب اسلام کے سائے میں ہی تشکیل پائی؛ بلکہ یورپ نے عیسائیت کی طرز پر اسلام کی نقالی کی۔ مغرب اپنے عروج کے بارے میں غلط عکاسی کرتا ہے کہ یہ قدیم یونان اور روم کی وراثت کا تسلسل ہے۔ اسلامی ریاست خلافت ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے تک غالب عالمی طاقت تھی۔ اس کی تہذیب ان کامیابیوں کے عروج کی نمائندگی کرتی ہے جنہیں نسل انسانی نے اس دور میں حاصل کیا، اور یہ تعلیم کے اعلیٰ معیار، نفاست، عشرت اور بھلائی کا عملی مظہر ہے۔ اسلام کی بے مثال تہذیبی کامیابی اس منفرد اسلامی آئیڈیالوجی کے جامع نفاذ کا نتیجہ تھی جو زندگی کے تمام معاملات کا حل فراہم کرتی ہے۔ اسلامی تہذیب کے ثمرات صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھے بلکہ اس دور میں کسی حد تک پوری دنیا نے ان سے نفع حاصل کیا۔ مغرب نے خاص طور پر اپنی عیسائی تہذیب کی مکمل تشکیل اسلامی طرز پر کی، نہ صرف ہماری ریاضی، سائنس اور ٹیکنالوجی، اور ہمارے فنون، دستکاری، تجارت اور ادب بلکہ زندگی کے بارے میں ہمارے نظام اور تصورات کو بھی نقل کیا۔

اطالوی-امریکی فلسفی اور میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (MIT) میں سائنس کی تاریخ کے پروفیسر، جیورجیو ڈیاز ڈی سانٹیلانا (Giorgio Diaz de Santillana)، نے اس بارے میں بات کی کہ کس طرح عرب قانون نے تجارتی قانون، جیسا کہ محدود ذمہ داری کی کمپنیوں (limited liability companies) کی تفصیلات کی جانب مغرب کی رہنمائی کی۔ وہ اسلامی قانون سازی سے لیے گئے تجارتی قوانین کی بہت سی مثالیں دیتا ہے۔ اور برطانوی مصنف اور اسلام کے نقاد، ایچ جی ویلز (HG Wells) نے "تاریخ کا خاکہ" (The Outline of History) میں لکھا ہے کہ، "قرطبہ میں خاص طور پر بڑی تعداد میں عیسائی طلباء تھے،

اور عرب فلسفے کا اثر جو کہ سپین کے راستے پیرس، آکسفورڈ، اور شمالی اٹلی کی یونیورسٹیوں میں آیا اور عام طور پر مغربی یورپی سوچ پر پڑا، وہ واقعی بہت قابل غور تھا"۔

یہاں ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری ہے جس میں نپولین نے مالکی فقہ کو لے کر اس کی بنیاد پر فرانسیسی قوانین وضع کیے تھے۔ ہم مغربی قوانین کی ترویج کے خلاف ہیں، اس لیے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم مغرب سے کہیں کہ "اپنے قوانین لاؤ۔ یہ ہمارا ہی مال ہے جو ہمیں واپس کیا جا رہا ہے"۔ لہٰذا یہاں آئینی فقہ اور آئین کے درمیان فرق کی طرف توجہ مبذول کرانے کی ضرورت ہے۔ مغرب نے بالخصوص آئینی پہلو میں اسلام سے کچھ نہیں لیا۔ بلکہ ان کا نظام سیکولر لبرل جمہوری نظام ہے۔ آئین ریاست اور اس کے اداروں کی شکل کا تعین کرتا ہے جس میں حکمران کا انتخاب وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب انہوں نے اسلام سے نہیں لیا۔ جہاں تک نجی قوانین کا تعلق ہے جو افراد کی زندگیوں کو منظم کرتے ہیں، اور تجارت، سماجی تعلقات اور دیگر معاملات کے بارے میں آراء، یہ وہی ہے جو نپولین نے مالکی فقہ سے لیا۔ یہ تجارت اور کمپنیوں سے متعلق ہے، خاص طور پر احکام، معاہدات، ذمہ داریوں اور ملکیت کے معاملات۔ یہ سب سیکولر ریاست کی شکل کو نہیں بدلتے بلکہ اس کے کچھ تفصیلی قوانین کو بدلتے ہیں!

اس حقیقت کی طرف بھی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے کہ جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ قوانین کو وحی سے مربوط کیا جائے، تاکہ وہ اسلامی قوانین بن سکیں۔ فرانس کا قوانین کو اپنا لینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شریعت کے مطابق چلتے ہیں۔ اس کے بجائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ فرانس نے تجارت کو منظم کرنے والے قوانین کی منظوری دی۔ چنانچہ، جب فرانس نے ان کو وحی سے الگ کر کے اپنایا، یعنی اس ماخذ سے الگ کر کے جس سے وہ اخذ ہوئے ہیں، تو وہ دوسرے سیکولر قوانین کی طرح کے قوانین بن گئے۔ ہمارے لیے وحی اور اس کے ماخذ کے علاوہ کہیں اور سے قوانین لینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو براہِ راست وحی سے قانون سازی کرنی چاہیے۔ مسلمانوں کو مغرب کی طرف اپنی برتری کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کیونکہ وہ اپنے قوانین خود ترتیب نہیں دے سکے۔ چنانچہ مغرب مجبور ہوا کہ وہ انہیں مسلمانوں سے درآمد کر کے ان سے اپنے قوانین بنائے۔ درحقیقت ہمارے رب، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت ہی ہم

مسلمانوں کے لیے نشاۃ ثانیہ حاصل کرنے، ابھرنے، اپنے رب کی اطاعت کرنے اور تمام اقوام پر سبقت حاصل کرنے کی واحد ضامن ہے۔

یورپ مکمل طور پر عیسائی تھا، اس کے حکمران رومی چرچ کے ساتھ مل کر یورپ پر حکومت کرتے تھے اور عیسائی شہزادے ہونے کے ناطے اپنا اقتدار اور قانونی حیثیت حاصل کرتے تھے۔ لیکن عیسائیت ایک محدود اور ٹوٹا پھوٹا مذہب تھا جس میں اندرونی نظریاتی قوت کا فقدان تھا اور وہ ایک پختہ مقامی تہذیب کو طبعی اعتبار سے مکمل طور پر اپنے تئیں تیار نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے بجائے انہوں نے اسلام کی تقلید کی اور ہم سے جو کچھ لیا اس میں اپنی عیسائی بنیادوں کے مطابق ترمیم اور تبدیلی کی اور یوں یورپ میں اسلامی تہذیب کی ایک عیسائی نقل تیار کی۔ موجودہ مغرب نے ان صدیوں کو اپنے تاریک دور (Dark Ages) سے تعبیر کرتے ہوئے اس تاریخ کو بدنام کیا ہے۔ اس کے باوجود حقیقت میں اس وقت کا یورپ کا ایک ہم آہنگ طرزِ زندگی، مغرب کے موجودہ حالات سے بہتر تھا۔ جی ہاں، آج مغرب کے پاس اعلیٰ ٹیکنالوجی موجود ہے، لیکن سائنسی ترقی مختلف تاریخی ادوار کی تہذیبوں کا موازنہ کرنے کے لیے کوئی مفید پیمانہ نہیں ہے۔ آج کی مغربی زندگی تقریباً باقی تمام چیزوں کو چھوڑتے ہوئے محض خود غرض مادی مفادات کے حصول کیلئے ایک نہ رکنے والی دوڑ ہے۔ مسیحی تہذیب مادی کوششوں کا توازن اخلاقی، انسانی اور روحانی معاملات کے ساتھ بہت بہتر طریقے سے برقرار رکھنے کے قابل تھی۔ عزت، وقار، خاندان اور برادری اب بھی معنی اور اہمیت رکھتے تھے۔ تاہم، اس وقت بھی سرمایہ داریت کی آمد سے پہلے ہی عیسائی حکمران طبقات میں مادی استحصال کے نئے ابھرتے ہوئے خصائل دیکھے جا سکتے ہیں۔ پادریوں اور بادشاہوں نے اپنے مظلوم لوگوں کی قیمت پر خود کو وسیع پیمانے پر مالا مال کرنے، دولت، طاقت اور یہاں تک کہ علم پر بھی اجارہ داری قائم کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کیا۔ اسی استحصالی ذہنیت کو پھر عیسائی یورپ کی بیرون ملک ابتدائی سامراجی مصروفیات میں بھی دیکھا جا سکتا ہے، جیسا کہ صلیبی جنگوں میں یا امریکی براعظم میں۔ سرمایہ داریت نے عیسائی اشرافیہ کے اندر پھوٹنے والے برے بیجوں کو مزید پروان چڑھایا۔ سرمایہ داریت کی نظریاتی طاقت نے مغربی حکمران طبقوں کو پوری دنیا پر تسلط حاصل کرنے کی جانب گامزن کر دیا۔

مغرب میں مادیت پرست فکر کا متعارف ہونا بھی اسلامی تہذیب سے رابطے کا نتیجہ تھا۔ مسلمانوں کا سب سے پہلے مادیت پرستانہ سوچ سے رابطہ اس وقت ہوا جب اسلام ان سرزمینوں میں پھیلا جہاں پہلے یونانی ثقافت کا غلبہ تھا اور تب ہی کچھ افراد اجنبی خیالات سے متاثر ہو گئے۔ ابن سینا جیسے فلسفی دنیا کی ابدیت جیسے جھوٹے تصورات پر یقین کرنے لگے، جو اسلامی عقیدہ سے صریحاً متصادم ہے، وہ اسلامی عقیدہ جو اس بات کی توثیق میں واضح ہے کہ صرف خالق ہی ابدی ہے اور یہ کہ دنیا محض عارضی تخلیق ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اسلامی علوم وفقہ ابھی اپنے سنہری دور میں تھے اور علمائے کرام نے اس بیرونی سوچ کی تردید کے لیے پرزور کوشش کی۔ آخر کار پانچویں صدی ہجری کے آخر میں امام غزالی نے اپنی کتاب ''فلسفیوں کی عدم مطابقت'' (The Incoherence of the Philosophers) میں ان کے دلائل کو جامع طور پر غلط ثابت کیا۔ ان کے بعد ابن رشد آیا اور امام غزالی کی کتاب کا رَد کرنے کی کوشش کی۔ ابن رشد کا تعلق اندلس کے علماء کے ایک معزز خاندان سے تھا اور اس نے قرطبہ میں قاضی بننے میں اپنے والد اور دادا کی پیروی کی۔ لیکن جب امت کو ابن رشد کی فکر کے انحطاط کا علم ہوا تو اس پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور اسے جلاوطن کر دیا گیا، اور یہ فلسفیوں پر علمائے اسلام کی فتح کی ایک طاقتور علامت تھی۔ مسلم دنیا میں مادیت پرستانہ سوچ کو شکست ہو گئی لیکن یہ سوچ ابن رشد کی تحریروں کے لاطینی تراجم کے ذریعے یورپ پہنچ گئی۔ وہاں، ساتویں صدی ہجری میں، عیسائی پادریوں کا ایک طبقہ مادیت پرستانہ فکر کی طرف راغب ہوا اور اسے ایوروئسٹس (Averroists) کے نام سے جانا جانے لگا، جو ابن رشد کے نام پر رکھا گیا جسے لاطینی زبان میں ایوروس (Averroes) کہا جاتا تھا۔ مادیت پرستانہ سوچ عیسائیت کے لیے اتنی ہی ناگوار ہے جتنی کہ یہ اسلام کے لیے ہے۔ رومی چرچ نے ایوروئسٹس کے خلاف اسی طرح جنگ کی جس طرح علماء نے فلسفیوں سے لڑا تھا، البتہ کلیسا صرف امام غزالی، جنہیں لاطینی زبان میں الگیزل (Algazel) کہا جاتا تھا، ان سے لیے گئے دلائل کو استعمال کر کے ایسا کرنے کے قابل ہوا۔ اس پورے تاریخی واقعہ سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یورپ کس حد تک اسلامی تہذیب کے سائے میں رہتا تھا اور یورپ مسلمانوں کے فکری ماحول سے کتنی گہرائی سے متأثر ہوا تھا۔ تاہم ان کوششوں کے باوجود بھی مادیت پرستی یہیں ختم نہیں ہوئی۔ ایسا لگتا ہے کہ چرچ نے فکری طور پر قائل کرنے کی صلاحیت سے زیادہ اپنی سیاسی طاقت پر انحصار کیا تھا۔ بعد میں آنے والے عیسائی حکمران اشرافیہ میں سے کچھ نے تو آگ سے کھیلتے

ہوئے، مادیت پرستانہ سوچ کے عناصر کو اپنے اختیار کی حمایت کرنے اور چرچ کے خلاف اپنی جنگ میں اپنے حق میں استعمال کیا۔ مادیت پرست سوچ کو یقینی شکست نہیں دی گئی تھی بلکہ یہ محض زیر زمین چلی گئی تھی۔

اسلام کے مقابلے میں یورپی عیسائیت میں دو بنیادی خامیاں تھیں، ایک سیاسی اور دوسری فکری، اور انہی کا مادیت پرستی نے فائدہ اٹھایا۔ عیسائی یورپ کی سب سے بڑی سیاسی خامی اس کے حکمرانوں میں وحدت کا فقدان ہونا تھا، جس کے نتیجے میں مسلسل لڑائی اور جھگڑے ہوتے رہے۔ حکومت چرچ اور ریاست کے درمیان تقسیم ہو گئی تھی؛ یہ بعد کے رومی شہنشاہوں کی میراث تھی جنہوں نے عیسائیت کو اپنایا تھا لیکن رومی قانون (Roman Law) کا نفاذ جاری رکھا اور پادریوں کو صرف 'مذہبی' امور کی نگرانی تک محدود رکھا۔ اپنی طرف سے عیسائیوں نے بھی اس تقسیم کو آسانی سے قبول کر لیا۔

اللہ کے رسول حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل پر حق کے ساتھ وحی لے کر آئے۔ لیکن عیسائیوں کا استدلال تھا کہ زندگی کے معاملات کے بارے میں جو تفصیلی احکام عیسیٰؑ نے بتائے ہیں وہ صرف یہودیوں پر لاگو ہوتے ہیں اور غیر یہودی اس کے بجائے دنیاوی بادشاہوں کی اطاعت کرنے میں آزاد ہیں۔ مزید برآں، مسیحی نظریہ مادے کی روح سے علیحدگی کے مروجہ فلسفے سے متاثر ہوا۔ عیسائیوں نے پادریوں کا مقصد صرف مذہبی اور روحانی امور کی نگرانی کرنا سمجھا، جبکہ حکمرانوں کو دنیاوی اور مادی امور پر حکومت کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ جب مغربی رومی سلطنت کے خاتمے کے بعد یورپ نے خود کو دوبارہ تعمیر کیا تو رومی چرچ نے اسی ماڈل پر چلتے ہوئے خود کو روحانی امور تک محدود رکھا اور مادی امور کی ذمہ داری کو یورپ کے بادشاہوں پر چھوڑ دیا۔ مزید برآں، اگرچہ یورپ کی ابتدائی تاریخ میں پادریوں کے سربراہ کے طور پر ایک ہی پوپ تھا، لیکن یورپ کی سرزمین متعدد حریف مہم جو بادشاہوں میں تقسیم رہی جو ایک دوسرے کے خلاف مسلسل جنگ میں رہتے تھے۔

جہاں تک چرچ کا تعلق ہے، اس نے پورے انسانی ذہن کو ضبط کر لیا اور انسان کو مجبور کیا کہ وہ ان کی جانب سے کی گئی بائبل کی اجارہ دارانہ تشریحات کے ذریعے سے ہی اپنے وجود کے تصور کو حاصل کرے۔ چرچ نے "ظاہری انسان"

پر توجہ مرکوز کی، یعنی جس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا، اس کا کفارہ دیا، اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کیا، خیرات دی، اور چرچ کی تعظیم کی، تو چرچ نے اسے معافی کا پروانہ عطا کر دیا۔ تاہم، اس نے اس کی روحانیت اور "باطنی انسان" پر توجہ نہیں دی جس نے پروٹسٹنٹ اصلاحی تحریک کے بانی مارٹن لوتھر (1483-1546ء) کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی اخلاقی گہرائی سے "باطنی انسان" کی تلاش کرے، تاکہ اس کی اس جدوجہد کے نتیجہ میں سماج میں ایک فرد کی حیثیت کا تعین ہو سکے۔ پھر، لوتھر نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان کی دوہری فطرت میں، باطنی یا روحانی پہلو اس کے بیرونی یا جسمانی پہلو سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ باطنی روح کی تطہیر یہ ہے کہ آزاد اختیار کے ذریعے کیا گیا عمل خدا کی محبت کو جیت سکے۔ اور یوں مارٹن لوتھر نے یکلخت کیتھولک چرچ کے وجود کے مقصد کو مجروح قرار دے دیا، یہ کہتے ہوئے کہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ چرچ ایک شخص کی ان کوششوں کے آگے ایک رکاوٹ بن کر کھڑی ہے، جو وہ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے ارد گرد کی دنیا کو اس کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے کرتا ہے۔ اس لیے پادریوں کا کسی شخص اور اس کے باطن پر، اس کے تزکیہ نفس پر، اس کے ارد گرد کی دنیا کو دیکھنے کے انداز پر یا اس کے رب کے ساتھ تعلق پر کوئی اختیار نہیں ہے۔

یہ فکری تبدیلی انقلابی تھی، جس نے مفکرین کے ذہنوں کو ان خیالات کے لیے کھول دیا جو ان کے ذہن میں نہیں آئے تھے۔ چنانچہ وہ انسان کے باطن اور ظاہر کو دو الگ الگ پہلوؤں کے طور پر فرق کر کے آگے بڑھے۔ اندرونی خلا کی طاقت اس کی آزادی میں ہے، اور یہ ہے کہ اس کی انفرادیت پر توجہ مرکوز کی جائے، اور ماورائی، عملی اور عقلی خودی کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خارجی دنیا ایک حسی دنیا ہے جو اپنے تمام رازوں، تصورات اور تفہیم کے طریقہ کار کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اور اس کے لیے کسی غیبی مابعد الطبیعاتی (metaphysical) وجود کی ضرورت نہیں۔

پھر دسویں صدی ہجری میں شمالی یورپ کے بادشاہوں نے نئے قائم ہونے والے پروٹسٹنٹ فرقوں کے نام پر روم کی حاکمیت کے خلاف بغاوت کی، جب کہ جنوبی یورپ کے بادشاہ بدستور کیتھولک تھے اور رومی چرچ کے وفادار رہے۔ اس کے بعد کی بستیاں جو "ویسٹ فیلیا کے امن" (Peace of Westphalia) کے نام سے مشہور

ہوئیں، ان کے بننے نے یورپ کو مختلف ممالک اور فرقوں میں تبدیل کرنے پر اکسایا۔ بارہویں صدی ہجری تک، عیسائی یورپ میں مکمل طور پر ایک طاقتور مرکزی اتھارٹی کی کمی آ چکی تھی جو مادیت پرست بغاوت کا مقابلہ کر سکتی۔ مزید برآں، عیسائی حکمران اشرافیہ کی منافقت پوری طرح بے نقاب ہو چکی تھی، جو ان کی بدعنوانی، بے حیائی، جبر اور استحصال کی طرف اشارہ کرتی تھی، جو کہ انہی کی جانب سے دی جانے والی عیسائیت کی تعلیم کے بالکل خلاف تھی۔ یوں مادیت پرست شورش کا سیاسی ایجنڈا یورپ کے لوگوں کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہو گیا۔

اس دوران عیسائی یورپ کی اہم فکری خامی یہ تھی کہ انہوں نے یونانی عقلیت پرستی (Greek Rationalism) کی غلط طرزِ فکر کو اپنایا اور عیسائی عقیدے کو فکری جواز فراہم کرنے کے لیے اس کے استدلالی منطق (syllogistic logic) کے طریقے کا غلط استعمال کیا۔ استدلالی منطق (syllogistic logic) سوچ کا ایک درست انداز ہے لیکن عقیدہ کے معاملات میں نہیں کیونکہ یہ زندگی کے بارے میں افکار سے متعلق صرف ظنّی نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عقیدہ کو مضبوطی سے قائم کیا جانا چاہیے، صرف اس بات پر جو قطعی ہے، کیونکہ اسے ایک مستقل، ناقابل تردید اور غیر متغیر بنیاد بننا چاہیے جس پر ثقافت، طرزِ زندگی اور تہذیب کی تعمیر ہو۔ استدلالی منطق (syllogistic logic) کا استعمال کرتے ہوئے، عیسائیوں نے عقیدہ سے متعلق اپنے سب سے بنیادی مسئلہ، خالق کے وجود کے لیے متعدد نام نہاد 'ثبوت' تیار کیے۔

اسی دوران، اسی استدلالی منطق کا استعمال کرتے ہوئے مادیت پرست مفکرین نے کائنات سے متعلق اپنے خود ساختہ 'ثبوت' پیش کر دیئے کہ یہ خود سے قائم اور ابدی ہے اور اسے کسی خالق کی ضرورت نہیں۔ مثال کے طور پر، انہوں نے مسلمان فلسفیوں میں سے اُن کے دلائل اکٹھے کئے جو کہ پہلے ہی مسترد گردانے جا چکے تھے، اور جو یہ الزام لگاتے تھے کہ کسی ابدی خالق کی طرف سے کسی عارضی شے کو تخلیق کرنا منطقی طور پر ناممکن ہے۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس طرح کا دعوٰی صرف یونان کے وحدت الوجود پر مبنی خدائی تصور (pantheistic notion of divinity) کے ڈھانچے کے اندر ہی معنی رکھتا ہے کہ اس نے ایک متعین کائنات (deterministic universe) کو سب سے پہلے متحرک کیا۔ مادیت پرست اپنے آپ کو مذہبی عقائد سے بالاتر، 'ملحد' کے طور پر پیش

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت، وہ بدترین مذہب کے پیروکار ہیں، یعنی سب سے زیادہ بے ہودہ شرک ،جو ابدیت اور خود کفالت کی الہامی خصوصیات کو اس دنیاوی و مادی خلقت سے منسوب کرتا ہے۔ ان مشرک مادیت پرستوں سے تو مشرکینِ مکہ بھی بہتر تھے جنہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ جھوٹے معبود ملا لئے تھے، کم از کم مشرکینِ مکہ ایک خالق پر ایمان تو رکھتے تھے۔ (جاری ہے۔۔۔)

فہرست

سوال وجواب: افغانستان اور ایران کے درمیان جھڑپوں کے اسباب

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

افغانستان اور ایران کے درمیان ہلمند ڈیم کے پانی کی تقسیم کے طویل المدت تنازعے کے سبب کشیدگی میں اضافہ ہوا۔ جس دریا پر یہ ڈیم ہے وہ دونوں ملکوں کے لیے پانی کا اہم ذریعہ ہے۔ اخبار ڈوئچے ویلی (DW) نے 3 جون 2023 کو اپنے ویب سائٹ پر خبر شائع کی کہ گزشتہ ہفتے مشترکہ سرحد کے قریب ایران اور طالبان کے درمیان بھرپور فائرنگ کا تبادلہ ہوا، جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ فریقین کے درمیان کشیدگی کی اس نئی لہر کے دوران دونوں ایک دوسرے پر فائرنگ میں پہل کرنے کے الزامات لگا رہے ہیں۔ فائرنگ کا تبادلہ کابل اور تہران کے درمیان ہلمند یا "ہیرمند"، جیسا کہ افغانستان میں کہا جاتا ہے، کے بارے میں اختلافات میں شدت اختیار کرنے پر ہوا ۔۔۔ الجزیرہ نے بھی یکم جون 2023 کو اپنے ویب سایٹ پر روسی اخبار ازویستیا کا حوالہ دیتے ہوئے خبر شائع کی کہ ایران اور طالبان حکومت کے دوران مختلف وجوہات کی بنا پر کشیدگی نظر آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایران افغانستان میں خانہ جنگی کے دوران تحریک طالبان کے مخالف شمالی اتحاد کی مدد کرتا رہا ہے، جبکہ دونوں ملکوں کے درمیان مذہبی اور سیاسی اختلافات اس کے علاوہ ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہلمند نہر جو کہ ایرانی سرزمین میں پہنچ کر آمو جھیل میں گرتا ہے، کے پانی کے ذخائر کے حوالے سے بھی کشیدگی ہے۔ 1973 میں ہونے والے معاہدے کی رو سے افغانستان اس نہر سے ایران کو سالانہ 850 ملین مکعب میٹر پانی دینے کا پابند ہے۔ یہ مسئلہ طالبان کے اقتدار میں آنے کے بعد سے پیچیدہ ہو گیا ہے۔۔۔ لہٰذا جاننا یہ ہے کہ طرفین کے درمیان جھڑپوں اور مسائل کے اسباب کیا ہیں؟ معاملات کہاں پہنچ جائیں گے؟ کیا کوئی بین الاقوامی قوت اس اختلاف کو ہوا دے رہی ہے یا اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور اس کو اپنے استعماری منصوبوں کے حصول کے لیے استعمال کر رہی ہے؟

جواب:

ان اسباب پر غور کرنے اور یہ دیکھنے کے لیے کہ معاملات کہاں جا رہے ہیں ہم مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں گے :

1۔ فارس نیوز ایجنسی نے 27 مئی 2023 کو خبر دی کہ "ایرانی باڈر سیکورٹی اور طالبان حکومت کی سیکورٹی فورسز کے درمیان ساسولی چیک پوسٹ کے قریب سرحدی پٹی پر مسلح جھڑپیں ہوئی ہیں۔" باخبر ذرائع سے نقل کیا گیا ہے کہ "ایرانی باڈر سیکورٹی فورسز اور مسلح طالبان کے درمیان کشیدگی بڑھ کر فائرنگ کے تبادلے تک پہنچ گئی۔" اپنے پہلے سرکاری بیان میں ایران میں داخلی سیکورٹی فورسز کے ڈپٹی کمانڈر انچیف قاسم رضائی نے کہا، "تہران افغانستان کے ساتھ سرحد پر کسی قسم کا افسوسناک واقعہ رونما ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا۔ تحریک طالبان کی جانب سے ایران اور افغانستان کے مشترکہ سرحد پر متعدد غلطیاں ہوئی ہیں۔۔۔ ہم پڑوسی ممالک سے کہتے ہیں کہ ہماری سرحدیں دوستی کی سرحدیں ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ہم کوئی افسوسناک واقعہ رونما ہونے کی اجازت نہ دیں۔ طالبان فورسز نے آج صبح ایران کی طرف فائرنگ کی اور ہماری سرحدی محافظوں نے اس کا جواب دیا، کچھ دیر کے لیے جھڑپیں رکی مگر بعد میں یہ دوبارہ شروع ہوئیں اور یہ اب بھی جاری ہیں۔" ایرانی داخلی سیکورٹی فورسز کے کمانڈر انچیف احمد رضائی نے کہا "سرحدی محافظوں کو کسی بھی حملے کا بھرپور جواب دینے کا حکم دیا۔"۔ ایرانی سرکاری نیوز ایجنسی ارنا نے خبر دی کہ، "27 مئی 2023 کو باڈر سیکورٹی فورسز اور طالبان عناصر کے درمیان جھڑپیں ہوئی ہیں جس کے نتیجے میں تحریک طالبان فورس کے دو لوگ ہلاک ہوئے، اسی طرح ایرانی فورسز کے بھی دو بندے ہلاک ہوئے، اور دو شہری زخمی ہوئے۔"

2 ۔ افغان وزارت داخلہ کے ترجمان عبد النافع ٹکور نے اپنے ٹوئیٹ میں کہا کہ ، "آج سرحدی صوبہ نمروز میں ہونے والی جھڑپوں میں دو افراد ہلاک ہوئے جن میں سے ایک ایرانی اور دوسرا افغانی ہے۔ امارت اسلامیہ

اپنے پڑوسیوں کے ساتھ جھڑپوں کی حمایت نہیں کرتی۔" (مقامی طلوع نیوز چینل 27.5.2023)۔ افغان پولیس نے 29 مئی 2023 کو کہا کہ ایران اور افغانستان کے درمیان سرحدی گزرگاہ "ریشم پل" دوبارہ کھول دیا گیا ہے جس کو 28 مئی 2023 کو فریقین کے درمیان چند گھنٹے تک جاری رہنے والی مسلح جھڑپوں کی وجہ سے بند کر دیا گیا تھا۔۔۔ یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان سرحدی صورت حال پر امن نہیں ہے، اور یہ کسی بھی وقت دوبارہ بے قابو ہو سکتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ طالبان کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے آج تک دو سال کے عرصے میں فریقین کے درمیان 10 بار جھڑپیں ہوئی ہیں، اور اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ یہاں فریقین کے درمیان مسلسل کشیدگی موجود ہے۔

3 ۔ حالیہ دنوں میں افغانستان اور ایران کے درمیان ہلمند نہر یا ہیرمند جیسا کہ ایران میں کہا جاتا ہے، کے پانی کی تقسیم کے حوالے سے اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ اس موضوع کے حوالے سے دونوں ملکوں کے درمیان اختلافات پرانے ہیں چنانچہ 1973 میں دونوں ملکوں کے درمیان معاہدہ ہوا جس کی رو سے افغانستان ایران کو سالانہ اس نہر سے 820 ملین مکعب میٹر پانی دے گا، مگر ایران کہتا ہے کہ اس کو صرف دو ملین مکعب میٹر پانی مل رہا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان بڑا مسئلہ پانی کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ ڈیڑھ صدی پہلے اس وقت پیدا ہوا جب انگریز نے خطے کو تقسیم کیا۔ ایرانی نائب وزیر خارجہ سید موسوی نے 28 مئی 2023 کو ٹوئیٹ کیا، "آج سرحد (زابل۔ نمروز) پر جو کچھ ہوا اس سے ہماری آنکھیں کھلنی چاہیے، یہ استعماریوں کی سازشوں کا تسلسل ہے۔۔۔ جب گولڈ اسمتھ نے 1872 کی اپنی سازش کے ذریعے سیستان آباد کو آج کی اس حالت تک پہنچایا، آج اس کے وارث ایران اور افغانستان کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ دونوں ملکوں کی عوام اور عمائدین کو چاہیے کہ اس بات کا ادراک کریں کہ کسی قسم کا تصادم دونوں ملکوں کے لیے اسٹریٹیجک نقصان ہوگا۔"

4 ۔ یوں یہ کہانی اس وقت شروع ہوئی جب دونوں ملکوں نے جنرل گولڈ اسمتھ کی قیادت میں انگریز ثالثی کمیٹی کا سہارا لینے پر اتفاق کیا تھا جس نے 1871 میں سرحدوں کے تعین کا آغاز کیا اور ایک سال کے عرصے میں اس کام کو مکمل کیا۔ دونوں ملکوں کی طویل مشترکہ سرحد ہے، جو شمال میں آبنائے ذوالفقار سے شروع ہوتی ہے، جہاں

ایران ،افغانستان اور ترکمانستان کی تکون سرحد ہے اور جنوب میں ملک سیاہ پہاڑ تک پھیلی ہوا ہے، جہاں ایران، افغانستان اور پاکستان کی تکون سرحد ہے،اوراس کی لمبائی 945 کلو میٹر ہے۔انگریز کی جانب سے حد بندی کے دوران سیستان اور بلوچستان کے علاقے کو تقسیم کرنے کے بعد ہلمند نہر کے پانی کی تقسیم پر اختلافات شروع ہوئے، یوں انگریز نے افغانستان، ایران اور پاکستان کی اسلامی علاقوں کے درمیان دائمی اختلافات کا بیج بو دیا جیسا کہ انگریز نے ان تمام مسلم اور غیر مسلم علاقوں میں کیا جن پر قبضہ کر کے کالونی بنایا گیا تھا۔ پھر ان کو تقسیم کیا، پھر ان منقسم علاقوں میں بغاوت کی چنگاری رکھ دی، تاکہ ان علاقوں میں ان تین ممالک سے آزادی کی تحریک وجود میں آئے، اور یہاں انگریز کے لیے ان علاقوں میں مداخلت کا دروازہ کھلا رہے، اور یہ ممالک باہمی سرحدی تنازعات میں الجھے رہیں، اور یہاں کے لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے رہیں۔ اس کے نتیجے میں انگریز ان علاقوں میں اپنے اثر و نفوذ کو باقی رکھے، ان ملکوں کو کمزور کرے تاکہ یہ اس کے پنجے سے نہ نکلیں یا اگر اس کا اثر و نفوذ ختم ہو جائے تو اس کو دوبارہ بحال کر سکے۔

5۔ دونوں ملکوں کے درمیان سرحدی تنازعہ جاری ہے، خاص طور پر 1896 میں ہلمند نہر کا رخ موڑنے کے بعد، جس کی لمبائی 1150 کلو میٹر ہے اور یہ کئی افغان صوبوں سے گزرتی ہے۔اسی طرح سیستان اور بلوچستان کے علاقوں سے جن کو انگریز نے افغانستان، ایران اور پاکستان کے درمیان تقسیم کیا! یہ نہر جا کر آمو جھیل میں گرتی ہے جو ایران کے ساتھ مشترکہ ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان سرحدوں کی دوبارہ حد بندی انگریز کرنل ہنری مک ماہون کے ہاتھوں انجام پائی اور 1905 میں نہر کے پانی کو طرفین کے مابین تقسیم کیا گیا، اور اس میں افغانستان کے لیے یہ شرط رکھی گئی کہ وہ ایسے ڈیم نہیں بنا سکتا جن سے ایران کے لیے پانی کی سپلائی متاثر ہو۔اسی طرح ایران کے حق میں یہ فیصلہ بھی دیا گیا کہ نہر کے پانی کا ایک تہائی اس کا ہے۔تاہم افغان فریق نے افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان کے عہد میں اس کو قبول نہیں کیا اور اس کو ایران کے حق میں جانبداری قرار دیا۔ یوں اختلافات بدستور جاری رہے کئی ثالثی کمیٹیاں تشکیل دی گئی، کئی معاہدوں پر دستخط کیے گئے جن کو پھر دہائیوں کے اندر توڑ دیا گیا۔ فریقین کے درمیان تنازعہ 1934 میں شدت اختیار کیا۔ طرفین نے 1921 میں ہونے والے معاہدے کے دسویں شق سے رجوع نہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کا متن یہ تھا، "سرحدی تنازعات میں برطانیہ کو ثالث بنایا جائے گا۔" فریقین نے ترک ثالثی کمیٹی

سے رجوع کیا مگر یہ کمیٹی ناکام ہوگئی۔۔یہاں سے فریقین کے درمیان 1936 اور 1939 کے مذاکرات شروع ہوئے اور جب ایرانیوں نے کمال خان ڈیم میں گرنے والے پانی کا آدھا مانگ لیا تو افغانستان نے انکار کر دیا اور مذاکرات ناکام ہوگئے۔اسی طرح 1951 اور 1958 کے مذاکرات بھی ناکام ہوگئے۔ پھر 1973 میں دونوں کے درمیان معاہدہ ہوا جس میں ایرانیوں کو 10 فیصد سے کم پانی دیا گیا۔تاہم افغان پارلیمنٹ نے اس کی توثیق نہیں کی۔اس کے بعد 1978 میں کمیونسٹوں نے افغانستان میں انقلاب برپا کیا اور سرے سے اس معاہدے کو ہی مسترد کر دیا۔ پھر 1979 میں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا یوں طرفین کے مابین صورت حال جوں کی توں رہی۔

6۔ یہ سلسلہ روس اور اس کے اتحادیوں کی شکست اور افغانستان سے ذلت آمیز انخلا کے بعد مجاہدین کی حکومت کے دوران پھر 1996 سے 2001 تک طالبان کی حکومت کے دوران جاری رہا۔اس کے بعد امریکہ نے حملہ کر کے افغانستان پر قبضہ کر لیا،اس عرصے میں خاص کر جب 2014 میں اشرف غنی برسر اقتدار آیا تو ملک کے مغربی اور مشرقی علاقوں کے تمام دریاوں میں ڈیم بنانے کا عزم کیا۔ان دریاوں کی تعداد دس ہے۔یہ دریا افغانستان سے نکلتے ہیں اور ہمسایہ ممالک میں گرتے ہیں، مگر افغانستان ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ چنانچہ ان دریاوں پر 49 ڈیم تعمیر کیے گئے۔ ایرانی سرحد کے قریب نیمروز صوبے میں کمال خان ڈیم مکمل ہوگیا، اس کو بنانے میں 4 سال لگے، اور اس کا افتتاح مارچ 2021 میں کیا گیا۔اس نے بڑی حد تک پانی میں ایران کے حصے کو متاثر کیا۔اشرف غنی نے اس کا اشارہ دیا کہ وہ صرف تیل کے بدلے پانی دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔اور 15 اگست 2021 کو دوسری بار طالبان کے برسر اقتدار آنے پر ایران نے نئی حکومت سے 1973 کے معاہدے کی طرف رجوع کرنے کا مطالبہ کیا۔یاد رہے کہ خود ایران کی بھی پانی کے معاملے میں ہمسایہ ممالک کے ساتھ شراکت داری ہے،اگر موجود استعماری تقسیم باقی رہی تو اس سے مزید مسائل رونما ہو سکتے ہیں۔

7۔ایرانی صدر ابراھیم رئیسی نے سیستان اور بلوچستان صوبوں کے دورے کے دوران 18 مئی 2023 کو جابہار شہر میں یہ کہتے ہوئے افغان حکام کو خبردار کیا کہ "ہیرومند (ہلمند نہر) کے پانی پر سیستان اور بلوچستان کے باشندوں کا حق ہے، معاہدوں اور اتفاقات میں یہی بات کی گئی ہے۔"انہوں نے افغان حکام کو دھمکی دیتے ہوئے کہا،"

افغان حکام کو اس معاملے کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس مسئلے کے بارے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، ہم ان کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد ہیرمند نہر کے پانی میں پاکستانی سیستان اور ایرانی سیستان اور بلوچستان کے لوگوں کو ان کا حق دیں۔" انہوں نے مزید کہا "حکومت ایران کے مشرقی علاقوں میں بحر عمان سے پانی لانے کی بھرپور جدوجہد کر رہی ہے، مگر اس منصوبے میں وقت لگے گا۔۔۔"(ایرانی سائٹ عالم 18.5.2023)۔ ارنا نیوز ایجنسی نے افغانستان میں ایرانی سفیر حسن کاظمی کا بیان شائع کیا کہ، "کجکی ڈیم میں پانی موجود ہونا ثابت ہو جائے اور طالبان ہلمند نہر کے پانی میں ایران کو اس کا حصہ نہ دیں، تو ذمہ داری ان پر ہوگی، تب حجت مکمل ہوگی اور ایرانی حکومت یہ جانتی ہے کہ کیا کرنا ہے۔۔۔"(العربیہ 25.5.2023)۔ افغانستان میں سرگرم ایرانی سفارت کار کے بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان صورت حال بگڑنے کا خطرہ ہے۔ ایران نے پہلے کبھی امریکی موجودگی کے دوران یا اس کے تابع افغان حکومتوں کے دور میں ایسا نہیں کیا، دہائیوں سے موجود اس مسئلے کے باوجود ان افغان حکومتوں کے ساتھ ایران کے اچھے تعلقات تھے۔ ایرانی صدر کے بیان اور دیگر ایرانی عہدہ داروں کی تنبیہ اور دھمکیوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان صورت حال معمول کے مطابق نہیں۔ یہ کشیدگی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ایران اپنی طرف سیستان اور بلوچستان کے علاقے میں پانی کا مسئلہ حل نہیں کرتا، جیسا کہ ایرانی صدر نے بحر عمان سے پانی لا کر اس کو صاف کرنے، پھر اس کو زرعی اراضی کے درمیان تقسیم کرنے کی طرف اشارہ کیا۔ ایسا لگ رہا ہے کہ ایرانی عہدہ دار اس معاملے کو اپنی مقبولیت میں اضافے کے لیے استعمال کر رہے ہیں، اور افغان حکام کو مسئلے کی بنیاد قرار دے رہے ہیں کہ وہ افغانستان سے پانی کے بہاؤ کو روک رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس مسئلے کی عمر ڈیڑھ صدی سے زیادہ ہے، چونکہ اس علاقے میں ایرانی حکومت سے ناراضگی پائی جاتی ہے، کہ انہوں نے اس علاقے کو نظر انداز کیے رکھا اور اس کو پسماندہ رکھا، اس علاقے میں حکومت کے خلاف احتجاجی تحریکیں ہیں جس میں علیحدگی کی تحریک بھی ہے۔

8۔ امارت اسلامی افغانستان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے 27 مئی 2023 کو اپنے ٹوئیٹ میں کہا کہ، "کابل اپنے وعدوں کا پابند ہے مگر پانی کا مسئلہ سخت خشک سالی کا نتیجہ ہے۔" اور کہا: "ایران کی جانب اس حوالے سے غیر

مناسب بیانات سے دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ایسے بیانات کو نہ دہرایا جائے۔" یہ مناسب جواب تھا جس میں دھمکی نہیں مگر دھمکی کو مسترد اور خبردار کیا گیا، چاہے یہ ایرانی صدر کے بیانات کے بارے میں ہو یا دیگر عہدہ داروں کے بیانات کے حوالے سے، جن میں افغانستان کو دھمکی دی گئی یا اس کو نیچا دکھانے کی کوشش کی گئی، ایسا لگ رہا ہے کہ افغانستان ایران کے ساتھ تعلقات کشیدہ کرنا نہیں چاہتا۔

9۔افغانستان میں ایرانی سرحد کے ساتھ کئی دریا ہیں، جیسے ہلمند، فراہ، ہریرود اور کچھ چھوٹے دریا بھی ہیں، جیسے ھاروت نہر، خابوش نہر، خاش نہر، بودائی نہر۔ یہ سارے افغانستان سے نکلتے ہیں، اور دونوں ملکوں کی مشترکہ سرحد پر واقع بحیرہ بوزک اور بحیرہ صبری میں گرتے ہیں۔ہلمند نہر کو سیستان کے میدانوں کے لیے پانی کی فراہمی کا اہم ترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے، خشک سالی سے متاثر سیستان اور بلوچستان کے صوبوں کے لیے یہ شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ افغان دریا خاص کر ہلمند نہر، دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں بڑا جیوپولیٹیکل کردار ادا کرتے ہیں، اور افغانستان پانی کے مسئلے کو اپنے اقتصادی اور سیاسی اہداف کے حصول کے لیے ایران وغیرہ پر دباؤ ڈالنے کے لیے مضبوط آلے کے طور پر استعمال کر سکتا ہے، خاص کر جب اس پانی کا 95 فیصد خود افغانستان کے اندر ہی بہتا ہے۔

10۔پہلے جو کچھ کہا گیا اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مسئلے کی اصل وجہ انگریز کی جانب سے مسلم علاقوں کی بندر بانٹ ہے۔انہوں نے ہی سیستان اور بلوچستان کے تین ٹکڑے کر دیئے! ایک ٹکڑا ایران کا دوسرا پاکستان کا اور تیسرا افغانستان کا۔اسی وجہ سے دریا کا دھارا اور اس کا راستہ تین ملکوں کے درمیان متنازعہ ہو گیا۔ جس پر ان کا اختلاف ہوتا ہے اور وہ تنازعات کا شکار ہوتے ہیں۔اگر یہ تینوں ممالک ایک ہی ریاست میں اکھٹے ہوتے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے تو معاملات درست اور سیدھے ہوتے۔ لہٰذا اس مسئلے کا حل، جس کی وجہ سے ایران اور افغانستان کے درمیان بات قتال تک پہنچی، اس کے سوا کچھ نہیں کہ دونوں ریاستوں کو اور عالم اسلام میں قائم باقی تمام ریاستوں کو تحلیل کر کے اسلام کی اساس پر قائم ایک ہی ریاست میں ضم کیا جائے، اور نسلی مذہبی اور انگریز کی کھینچی ہوئی لکیروں کے تفرقے کو ختم کیا جائے۔اس مسئلے کی جڑ ہمیں معلوم ہے، اور یہ جڑ استعمار کی جانب سے اسلامی سرزمین کی تقسیم ہے۔ ہر کوئی استعمار اور اس

کے باقیات کی آگ میں جل رہا ہے۔ بعض ایرانی عہدہ داروں نے اس کا اظہار بھی کیا، جیسا کہ ہم نے اوپر کہا۔ مسئلے کا حل معلوم ہے اور وہ ہے کہ اس خطے کو ایک ریاست میں یکجا کرنا جیسا کہ استعمار سے پہلے ایک تھا اور اس کو حقیقی معنوں میں اسلام کی بنیاد پر قائم ایک ریاست میں تبدیل کرنا، اپنی تمام بنیادوں، فروعات اور پہلوؤں کے ساتھ، تب ہی پانی اپنے جگہوں پر بہے گا، لوگوں اور مویشیوں کو سیراب کرے گا، زمین اللہ کی مشئیت سے نعمتیں اگائے گی، تیل کی دولت بھی سب کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کی جائے گی، سب اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، اور اسلامی احکامات کے سائے میں خوشحال زندگی گزاریں گے۔۔۔

اس کے علاوہ باقی تمام حل جزوی اور وقتی ہیں، اور یہ ٹائم بم ہے کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ اس لیے ہم سب کو نبوت کے نقش قدم پر خلافت راشدہ کے قیام کی سنجیدہ جدوجہد کی دعوت دیتے ہیں جو مسلم علاقوں کو یکجا کرے گی، تب ہی اسلام کی وجہ سے مسلمان معزز ہوں گے، اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہوں گے۔

یہ وہ حل ہے جس کی طرف اسلام ہماری رہنمائی کرتا ہے؛ اسی میں عزت اور باوقار زندگی ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو، جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کے پاس تمہیں حاضر ہونا ہے۔" (الانفال، 8:24)۔

17 ذی القعدہ 1444 ہجری

بمطابق 6 جون 2023

فہرست

سوال وجواب: ریاست وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو تصورات، معیارات اور اعتقادات کے مجموعے کا نفاذ کرتی ہے

(عربی سے ترجمہ)

عبدالرحمٰن درویش کے لئے

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قبل اس کے کہ میں اپنا سوال عرض کروں، میں خود، اس دعوت سے جُڑے میرے بھائی اور بہت سے دوسرے شباب آپ کی صحت، درازئ عمر اور بہترین حسن اعمال کے لئے دعا گو ہیں، آمین!

جہاں تک میرے سوال کا تعلق ہے، تو "مقدمہ دستور" میں درج عبارت کے حوالے سے وضاحت درکار ہے: (ریاست وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو تصورات، معیارات اور اعتقادات کے مجموعے کا نفاذ کرتی ہے)۔ ان تینوں اصطلاحات کے صحیح معانی کیا ہیں، براہِ مہربانی مثالوں سے وضاحت فرمادیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا کریں اور آپ پر برکتیں ہوں۔ آمین!

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آغاز میں پہلے آپ کی پُرخلوص دعاؤں کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو اجر کریم سے نوازیں اور ہم بھی اللہ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو خیر عطا کریں۔

آپ کے سوال میں، آپ نے اس کا حوالہ دیا ہے جو کتاب "مقدمہ دستور" حصہ اول میں آرٹیکل-1 کی وضاحت سے متعلق ہے، جس میں بیان ہے کہ: (لہٰذا ریاست کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ ریاست وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو اُن تصورات، معیارات اور اعتقادات کے مجموعے کو نافذ کرتی ہے جن کو لوگوں کے گروہ (مجموعہ) نے قبول کیا ہو)۔ بہر حال، یہ بات نہ صرف کتاب "مقدمہ" میں مذکور ہے بلکہ اس کا ذکر دوسری کتابوں جیسے "اسلامی شخصیہ" حصہ دوم میں بھی وارد ہے، جہاں یہ درج ہے: (چونکہ امت کا وجود، تصورات، معیارات اور اعتقادات کے ساتھ لوگوں کا مجموعہ (گروہ) ہوتا ہے۔ اس لئے ریاست کا وجود ایسے لوگوں کا مجموعہ ہے جن کے پاس ان تصورات، معیارات اور اعتقادات کے ساتھ حکمرانی کرنے کا اختیار موجود ہو)، لیکن جس کتاب میں اس عبارت کو بہت زیادہ منقول کیا گیا ہے وہ (معاشرے میں داخل ہونا) ہے، جس میں یہ عبارت درجنوں مرتبہ ذکر کی گئی ہے۔

اس عبارت کا جائزہ لینے سے، تینوں اصطلاحات (تصورات، معیارات، اعتقادات) عمومی طور پر اور خصوصی طور پر واضح ہو جاتی ہیں جیسے یہ کہا گیا ہے کہ:

1۔ الفاظ کے معنی افکار ہوتے ہیں اور افکار کے معنی تصورات ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص ایک فکر پر یقین رکھتا ہے، تو وہ محض اس فکر سے اس تصور پر منتج ہوتا ہے جو رویے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی بات، کتاب "اسلامی شخصیہ" حصہ اول، صفحہ نمبر 12-13 (انگریزی)، کی ورڈ فائل میں بھی مذکور ہے:

[تصورات افکار کے معانی ہوتے ہیں، الفاظ کے معنی نہیں۔ ایک عبارت یا جملہ ایک ایسے مطلب کو ظاہر کر سکتا ہے جو حقیقت میں موجود ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ پس، جیسے شاعر کہتا ہے کہ:

ومن الرجال إذا انبريتَ لهدْمِهِمْ * هَرَمٌ غليظُ منَاكِبِ الصُّفَّاحِ

فإذا رميتَ الحَقَّ في أَجْلادِهِ * تركَ الصراعَ مُضعضَعَ الألواحِ

مردوں میں ایسے بھی مرد موجود ہیں جن پر جب حملہ ہو جائے ... تو وہ سخت جان اور طاقتور پائے جاتے ہیں،

لیکن جب ان پر حق کی بات کی جائے ... تو وہ فوراً تنازعہ چھوڑ کر متزلزل اور تھکا ماندہ ہو جاتے ہیں،

اب یہ معانی حقیقت میں بھی پائے جاتے ہیں اور حِسی ادراک سے بھی قابلِ فہم ہیں، اگرچہ ان کے ادراک کے لئے ایک عمیق اور روشن فکر کی ضرورت ہے۔ تاہم، جب شاعر یہ کہتا ہے:

قالوا: أَينظم فارسين بطعنةٍ * يومَ النّزالِ ولا يراه جَليلاً

فأجبتهمْ: لو كانَ طولُ قَناتِهِ * مِيلاً إذنْ نَظَمَ الفَوارسَ ميلاً

انہوں نے کہا: کیا وہ ایک ہی وار سے دو گھڑ سواروں کے ٹکڑے کر ڈالتا ہے ... اور جنگ کے روز اسے ایک شاندار مہارت کے طور پر نہیں دیکھتا؟

میں نے انہیں جواب دیا: اگر اس کے نیزے کی لمبائی ایک میل بھی ہوتی ... تو وہ ایک میل دُوری کے گھڑ سوار کے بھی ٹکڑے کر ڈالتا؛

یہ اشاراتی مفہوم حقیقت میں نہیں پایا جاتا۔

جس انسان کی تعریف کی گئی ہے، اس نے اپنے نیزے کے ایک ہی وار سے دو گھڑ سواروں کے ٹکڑے نہیں کیے اور نہ ہی کسی نے یہ سوال پوچھا تھا، اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ایک میل کی دُوری سے گھڑ سواروں کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، یہ معانی الفاظ کی وضاحت اور مثال سے تشریح بیان کرتے ہیں۔

جہاں تک فکر کا تعلق ہے، اگر تو بیان کئے گئے الفاظ کے معانی حقیقت میں پائے جاتے ہوں اور حسیات سے ان کا ادراک ہوتا ہو یا عقل سے قابلِ فہم ہوں یعنی کوئی ایسی شے جس کو محسوس کیا جا سکے اور اس طرح اس پر یقین کیا جا

سکے، تب الفاظ کے یہ معانی اس شخص کا تصور ہوں گے جو ان کو محسوس کرتا ہے یا ان کا ادراک کرتا ہے اور ان پر یقین کرتا ہے۔ ایک ایسے شخص کیلئے جس نے اسے محسوس نہ کیا ہو یا اس کا ادراک نہ کیا ہو، اس کیلئے یہ ایک تصور نہیں، اگرچہ وہ شخص بولے گئے یا پڑھے گئے الفاظ کے معانی کو سمجھ سکتا ہو۔

اس لئے، تصورات وہ قابلِ فہم معانی ہوتے ہیں جن کی حقیقت کا عقل ادراک کر سکے، چاہے وہ عقل کے باہر ایک محسوس حقیقت ہو یا اس کے باہر موجود محسوس حقیقت کی بنیاد پر ہو۔ الفاظ اور عبارات کے ان معانی کے علاوہ کسی اور مطلب کو 'تصور' کی اصطلاح میں شمار نہیں کیا جاتا، اور وہ محض معلومات کے زُمرے میں آتے ہیں]۔ ختم شد

اس طرح، ہر وہ فکر جو یقین میں بدل چکی ہو، وہ تصور کہلاتی ہے، اس سے قطع نظر کہ اس تصور میں کس قدر وسیع یا محدود معانی شامل ہیں۔

2۔ تصورات میں ایسے تصورات بھی شامل ہیں جو صرف ایک ہی شاخ سے متعلق ہوں، مثال کے طور پر شراب پینے کی ممانعت۔ اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ شریعت نے شراب پینے کو منع قرار دیا ہے، یعنی اس میں صرف ایک حکم کا ذکر ہے۔ لیکن بعض تصورات کا تعلق کئی معانی سے ہوتا ہے کیونکہ ان تصورات سے کئی احکامات اخذ کئے جا سکتے ہیں، لہٰذا ایسے تصورات صرف ایک معاملے تک محدود نہیں ہوتے، مثال کے طور پر، حلال اور حرام کا تصور ایک ایسا تصور ہے جس میں انسانی اعمال کے تمام امور شامل ہیں۔ یہ انسانوں کے اعمال کے لئے ایک معیار ہے۔ یہ صرف کسی ایک معاملے سے متعلق نہیں ہے۔

بلکہ اس معاملے میں یہ تصور ایک ایسا معیار ہے جس سے دوسرے افکار اور تصورات ماپے جاتے ہیں، مثال کے طور پر یہ تصور کہ "اشیاء کا اصل یہ ہے کہ وہ مباح (جائز) ہیں"، ایک ایسا معیار ہے جس سے بہت سی اشیاء جانچی جا سکتی ہیں اور یہ معیار کسی ایک شے تک محدود نہیں ہے۔ اور مثال کے طور پر یہ تصور کہ "کسی عمل کا انجام اس کے جواز کی دلیل نہیں"، بہت سے سیاسی اور غیر سیاسی اعمال کے لئے ایک معیار ہے۔ یہ بہت سے سیاسی افکار اور اعمال کے لئے ایک معیار ہے۔

پس معیار، تصور کی نسبت وسیع تر ہوتا ہے۔ دوسری طرف، یہ تصور کی نسبت مخصوص ہوتا ہے، جیسے تصور کی اصطلاح کا اطلاق معیار کی طرح جزوی افکار پر بھی ہوتا ہے۔ اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہر معیار ایک فکر ہے اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں ان کیلئے ایک تصور ہے لیکن ہر تصور ایک معیار نہیں ہوتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تصور ایک ذیلی فکر ہو یا پھر وہ ایک معیار ہو، لیکن معیار صرف وہی ہو سکتا ہے جس پر فکر کی شاخین تعمیر ہوں اور انہیں جانچا جائے، لہٰذا معیار ایک ذیلی فکر نہیں ہوتا۔

3۔ جہاں تک اعتقادات کا تعلق ہے، تو یہ وہ تصورات اور معیارات ہوتے ہیں جو افراد اور امت میں ان کی روایات بن جاتے ہیں اور نفوس اور معاشرے میں اس حد تک رَچ بس جاتے ہیں کہ انہیں اس سے جُدا کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر روح میں تصورات اور معیارات کی جڑیں گہری ہو جائیں تو وہ افراد اور معاشرے میں ایک اعلیٰ درجہ تک پہنچ کر اعتقاد بن جاتے ہیں جسے اُن سے جُدا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

افراد اور اُمت کے تحفظ کے لئے، بعض تصورات اور معیارات کو اعتقاد کے درجہ تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے، مثال کے طور پر یہ تصور اور معیار کہ "افعال کی اصل شرعی حکم کی پابندی ہے" اور اسی طرح اطاعت کا تصور، اور جہاد کی مثال اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کرنا وغیرہ۔

اعتقاد کے مندرجہ بالا بیان کے لحاظ سے، ہر اعتقاد ایک تصور یا ایک معیار ہوتا ہے لیکن ہر تصور یا معیار ایک اعتقاد نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تصورات اور معیارات جو نفس اور معاشرے میں راسخ نہ ہوئے ہوں، تو وہ اعتقاد کے درجہ تک نہیں پہنچ پاتے اگرچہ لوگ ان پر یقین بھی رکھتے ہوں۔ یعنی وہ پختگی اور نفاذ اور استحکام کے درجہ تک نہیں پہنچ پاتے کہ انہیں اعتقاد کہا جا سکے۔ یقیناً اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگ ان کے قائل نہیں ہیں کیونکہ بہر حال وہ ان پر یقین تو رکھتے ہیں؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اصطلاحی معنی میں اعتقاد ہونے کا وصف نہیں رکھتے، اگرچہ وہ ایک تصور اور ایک معیار بن چکے ہوں۔

"اجتماعی نظام" کی کتاب کی ورڈ فائل (انگریزی) کے صفحہ نمبر 11 میں درج ہے : [جہاں تک اس فکری اضطراب اور درست فہم سے انحراف کے سبب کا تعلق ہے، تو یہ مغربی تہذیب کے دھاوا بول دینے اور اس کا ہماری سوچ اور ذوق پر مکمل طور پر تسلط حاصل کرنے کے باعث ہے، جس کے ذریعے مغرب نے زندگی سے متعلق ہمارے تصورات، اشیاء سے متعلق معیارات اور ہمارے نفوس میں راسخ اعتقادات ہی بدل کر رکھ دیئے، مثلاً اسلام کے حوالے سے ہماری دینی غیرت اور مقدسات کے حوالے سے ہماری تعظیم]۔ ختم شد

نتیجہ : اگر ایک فکر، ذیلی فکر ہے اور اس پر یقین آ جائے تو وہ تصور بن جاتا ہے اور اگر وہ ایک ایسی فکر ہو جس پر دوسرے ذیلی افکار مبنی ہوں اور اس پر یقین آ جائے تو پھر وہ ایک معیار بن جاتا ہے اور اگر وہ تصور اور معیار، معاشرے اور اُمت کے نفوس میں مضبوطی سے راسخ ہو جائے تو وہ اعتقادات بن جاتے ہیں۔ لہٰذا معاشرے میں تبدیلی اور ریاست کے قیام کے لئے کام کے حوالے سے ان تینوں اصطلاحات کو استعمال کرنے کا مقصد اور ان میں تمیز کرنے کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔ جب حزب امت میں تبدیلی کے لئے کام کرتی ہے، تو لازم ہے کہ اسے اُن ذیلی افکار کا ادراک ہو جنہیں وہ اُمت کے تصورات میں بدلنا چاہتی ہے، اور ان معیارات کا ادراک ہو جنہیں حزب اُمت میں استوار کرنا چاہتی ہے اور ان تصورات اور معیارات کا ادراک ہو جنہیں حزب معاشرے کی روایات بنانا چاہتی ہے تاکہ وہ معاشرے اور اُمت کے نفوس کی گہرائی میں اس طرح راسخ اور پیوست ہو جائیں کہ اعتقادات بن جائیں جنہیں ان سے جدا کرنا ناممکن ہو۔ لہٰذا حزب ریاست کے قیام سے پہلے اور ریاست کے قیام کے بعد، ان تصورات اور معیارات پر توجہ مرکوز کرکے، جو اُمت اور ریاست کے تحفظ کے لئے نہایت اہم اور لازمی ہیں، اپنی ترجیحات کا تعین کر سکتی ہے، اور پھر حزب ان پر خصوصی توجہ دے اور انہیں اعتقادات میں ڈھالنے کے لئے کام کرے، جنہیں پھر ان کے نفوس سے آسانی سے دور کرنا ممکن نہ ہو سکے۔

امید ہے کہ جواب واضح ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل أبوالرشتہ

17 محرم الحرام 1444ھ

بمطابق 15 اگست 2022ء

فہرست

سوال وجواب: ہم یہ نہیں کہتے کہ خبرِ احد مسترد ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے

(عربی سے ترجمہ)

انیس مجری کو

سوال:

السلام علیکم،

عقیدے کے بارے میں سب سے نمایاں حدیث ،ایک احد حدیث ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں جبریلؑ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر سوال کیااور آپ ﷺ نے لوگوں سے دریافت فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ سوال کرنے والا کون ہے؟لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل ہیں جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ یہ عقیدے سے متعلق ایک احد حدیث ہے، تو پھر ہم اس کو کیوں مسترد کرتے ہیں؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

پہلا: لگتا ہے آپ نے شرعی احکامات میں حدیث کو دلیل کے طور پر لینے کے حوالے سے ہماری طرف سے 9 اکتوبر 2022 کو شائع کیا گیا جواب نہیں سمجھا، یا اس کو جس طرح سمجھنا تھا اس طرح نہیں سمجھا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خبر واحد مسترد کر دی جائے، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس پر عمل واجب ہے، تاہم اس کو قطعی دلیل کے طور پر شمار نہیں کیا جائے

گا کہ اسے عقیدے میں لیا جا سکے۔ یعنی احد حدیث کو عقیدے میں دلیل کے طور پر استعمال نہیں کیا جائے گا کیونکہ احد حدیث ظنی ہوتی ہے۔ عقائد میں ظن کو نہ لینا کوئی بدعت نہیں بلکہ یہ اللہ کی کتاب میں مذکور ہے، اور اس حوالے سے کئی آیات ہیں جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن لوگوں کی مذمت کی ہے جو عقیدے کو ظن سے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾

"وہ تو صرف نام ہی ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔ اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ یہ لوگ محض ظن اور خواہشات نفس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے" (سورۃ النجم، 53:23)

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثَى * وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئاً﴾

"جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی فرشتوں کے مؤنث نام رکھتے ہیں، حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم نہیں، یہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں آتا" (سورۃ النجم، 28-27)

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنّاً إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئاً﴾

"ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک ظن حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں آتا" (سورۃ یونس، 10:36)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

" جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ خدا کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ جھگڑا سخت ناپسند ہے "(سورۃ غافر، 40:35)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَاناً﴾

" بھلا میں ان چیزوں سے جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جب کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو جس کی اس نے کوئی قطعی دلیل (سلطان) نازل نہیں کی "(سورۃ الأنعام، 6:81)

اور بہت ساری دوسری آیات ہیں۔ یہ آیات ظن کی پیروی کرنے والوں کی مذمت کے حوالے سے بالکل واضح ہیں، اور ان لوگوں کی مذمت کرنے کے حوالے سے جو بغیر کسی اتھارٹی یعنی حتمی دلیل کے ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کی مذمت اور ان کو غلط قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ظن کی پیروی پر قطعی ممانعت ہے، اور یہ مذمت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ جس کی پیروی کے لیے قطعی دلیل موجود نہ ہو اس کی بھی پیروی کی قطعی ممانعت ہے۔ چونکہ یہ آیات عقیدے سے متعلق ہیں تو یہ عقیدے کے ساتھ ہی مخصوص ہیں۔ یہ سب اس بات پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے کہ عقیدہ لازمی طور پر قطعی دلیل پر مبنی ہونا چاہیئے، ورنہ وہ معتبر نہیں۔ عقائد کی دلیل کا ظنی ہونا جائز نہیں۔ ظن کے تذکرہ والی آیات سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک یہ کہ عقیدے کو ظنی دلیل کی بنیاد پر لینا جائز نہیں۔ ظن والی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ عقیدے پر قطعی دلیل قائم کرنا فرض ہے تب ہی وہ

عقیدہ ہو سکتا ہے، اس پر عقائد کے حوالے سے سلطان مبین (قطعی دلائل) والی آیات دلالت کرتی ہیں۔ یہ عقیدہ کے حوالے سے ہے۔

جہاں تک شرعی احکامات کا تعلق ہے تو ان میں یہ جائز ہے کہ ان کی دلیل ظنی ہو، ان میں دلیل کے قطعی ہونے کی شرط نہیں، بلکہ ظنی ہونا جائز ہے، اور قرآن کی نص سے یہ ثابت ہے، جیسا کہ دو گواہوں کی گواہی سے فیصلہ دیا جا سکتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی گواہی اور صاحبِ حق کی قَسم کی بنیاد پر بھی فیصلے دیئے، اور رسول اللہ ﷺ نے رضاعت میں ایک خاتون کی گواہی بھی قبول کی۔ یہ سب آحاد ہیں۔ قضا یعنی فیصلہ کرنا واجب ہے اور یہ آحاد پر عمل کرنے کا واجب ہونا ہے۔ آحاد کو حکم جاری کرنے کے لیے استعمال کرنا گواہی کو قبول کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے مترادف ہے۔ یہ سب شرعی احکامات میں اعمال سے متعلق ہے۔ صحابہ کرامؓ حکم شرعی پہنچانے والے ایک شخص کے قول کو قبول کرتے تھے، جیسا کہ نماز کے دوران کعبہ کی جانب منہ موڑنا۔ چنانچہ عبداللہ ابن عمرؓ سے مسلم نے روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ..

"ہمیں عبداللہ بن یوسف نے بتایا کہ مالک بن انس نے عبداللہ بن دینار سے، اور انہوں عبداللہ بن عمرؓ سے خبر دیتے ہوئے کہا کہ جب لوگ (مدینہ کے قریب واقع) قبا میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے تو ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: رات کو رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے، اور آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف رخ (کر کے نماز) کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو تم بھی کعبہ کی طرف رخ کرو جبکہ ان سب کا رخ شام (بیت المقدس) کی طرف تھا، تو وہ کعبہ (یعنی مکہ) کی طرف مڑ گئے"۔۔۔

اسی طرح شراب کی حرمت کے معاملے میں، بخاری نے انس ابن مالکؓ سے روایت کیا ہے:

(حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيخِكُمْ هَذَا الَّذِي تُسَمُّونَهُ الْفَضِيخَ فَإِنِّي لَقَائِمٌ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَفُلَاناً وَفُلَاناً إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمْ الْخَبَرُ فَقَالُوا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتْ الْخَمْرُ قَالُوا أَهْرِقْ هَذِهِ الْقِلَالَ يَا أَنَسُ قَالَ فَمَا سَأَلُوا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ)

"ہمیں یعقوب نے بتایا کہ انہوں ابراہیم سے، انہوں نے ابن عُلَیّہ سے، انہوں نے عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کی کہ انس بن مالکؓ نے کہا کہ ہم لوگ تمہاری «فضیخ» (کھجور سے بنائی ہوئی شراب) کے سوا اور کوئی شراب استعمال نہیں کرتے تھے، یہی جس کا نام تم نے «فضیخ» رکھا ہوا ہے۔ میں کھڑا ابو طلحہؓ کو پلا رہا تھا اور فلاں اور فلاں کو، کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ شراب حرام قرار دی جا چکی ہے۔ فوراً ہی ان لوگوں نے کہا: انسؓ، اب ان شراب کے مٹکوں کو بہا دو۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس اطلاع کے بعد ان لوگوں نے اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ مانگا اور نہ پھر اس کا استعمال کیا"۔

اس سب سے کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ حکمِ شرعی میں ظنی دلیل سے استدلال جائز ہے۔

یہ ہم پر اللہ کی ایک نعمت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں ظن کی بنیاد پر عقیدہ اخذ کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ اس کو قطعی دلیل سے مشروط کیا ہے تاکہ امت کسی اختلاف کے بغیر یکجا ہو، عقیدہ صاف شفاف ہو اور مسلمان عقیدے سے متعلق کسی ظنی حدیث میں اختلاف کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی کی تکفیر نہ کرے کیونکہ عقیدے میں اختلاف کفر کا راستہ ہے، برخلاف آحاد حدیث پر مبنی حکمِ شرعی کے کیونکہ حکمِ شرعی میں اختلاف ضروری نہیں کہ کفر کی طرف لے جائے۔

جو مزارعت کو جائز سمجھتا ہے کیونکہ اس کے پاس صحیح آحاد احادیث ہیں، وہ اس شخص کو کافر نہیں کہتا جو مزارعت کو جائز نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے پاس بھی صحیح احادیث ہیں، اور دیگر مسائل میں بھی یہی معاملہ ہے۔۔۔ یہی

وجہ ہے کہ احکام شرعیہ میں قطعی اور ظنی دونوں کو لیا جاتا ہے جبکہ عقیدے میں ظنی دلیل نہیں لی جاتی کیونکہ عقائد کو صرف قطعیت کی بنیاد پر اخذ کیا جاتا ہے۔

دوسرا: آحاد احادیث کو عقائد میں قبول نہ کرنے کی بات بڑے بڑے فقہا نے لکھی ہے، چنانچہ امام عبدالرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی الشافعی، ابو محمد، جمال الدین (متوفی 772ھ) نے اپنی کتاب" نهاية السول شرح منهاج الوصول" میں لکھا ہے: "یاد رکھو کہ بات جب دلائل کی آتی ہے تو بہت کچھ اصول فقہ کے دائرہ عمل سے نکل جاتا ہے، جیسے عمومیات، اخبار آحاد، قیاس اور استصحاب وغیرہ۔ اصول فقہ کے علماء نے اگرچہ ان پر عمل کرنے کو تسلیم کیا ہے مگر یہ ان کے نزدیک فقہ کے دلائل نہیں بلکہ امارات (اشارے) ہیں، کیونکہ دلیل ان کے نزدیک صرف اس کو کہا جاتا ہے جو کہ قطعی ہو"۔ یوں اصول فقہ کے علما دلائل یعنی احکاماتِ شرعیہ کے دلائل کو دلائل نہیں بلکہ احکام شرعیہ کے اشارات کہتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ظنی دلیل کو دلیل نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک اشارہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک دلیل صرف وہی ہے جو قطعی ہے۔ اس لیے دین کی بنیادوں کے لیے دلائل کا قطعی ہونا لازمی ہے، اسی لیے ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی (متوفی 790ھ) جو کہ الشاطبیؒ کے نام سے مشہور ہیں، وہ اپنی کتاب"الموافقات" میں کہتے ہیں کہ: "دین میں فقہ کے اصول قطعی ہیں ظنی نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ شرعی کُلیات کی طرف لوٹتے ہیں، اور جو ایسا ہو وہ قطعی ہوتا ہے۔۔۔ اگر ظنی کو اصول فقہ میں اصل بنانا جائز ہوتا تو اس کو اصول دین میں اصل (یعنی بنیاد) بنانا بھی جائز ہوتا مگر متفقہ طور پر، ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اصول فقہ کی شریعت سے نسبت اصول دین کی نسبت کی طرح ہے"۔ وہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ اصول فقہ قطعی ہیں کیونکہ یہ اصول دین کی طرح ہیں، اور اصول دین بالاتفاق قطعی ہیں اور اصول دین بعینہ عقائد ہیں، عقائد ہی اصول دین ہیں۔

تیسرا: اس کے باوجود اس بات کی تاکید ضروری ہے کہ ظنی پر اعتقاد نہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان احادیث میں جو کچھ ہے اس کو مسترد کیا جائے یا ان میں جو کچھ آیا ہے اس کی تصدیق نہ کی جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو عقیدے میں شامل کر کے ظن کی وجہ سے اپنے کسی مسلمان بھائی کی تکفیر نہ کی جائے جو تقسیم کی طرف لے کر جاتا

ہے۔۔۔الکراسہ صفحہ 12 ورڈ فائل میں آیا ہے: "(۔۔۔ظنی عقیدے کے حرام ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان احادیث میں جو کچھ آیا ہے اس کا انکار کیا جائے اور جو کچھ ان میں بیان ہوا ہے اسے نہ مانا جائے۔ بلکہ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ ان احادیث میں جو آیا ہے وہ قطعی اور یقینی نہیں، تاہم ان کو قبول کیا جائے گا اور ان میں جو کچھ آیا ہے اس کی تصدیق کی جائے گی مگر یہ تصدیق غیر جازم (غیر قطعی) ہو گی۔ جبکہ حرام یہ ہے کہ ان میں قطعیت اور یقین کے ساتھ ایمان رکھا جائے۔ چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الأَخِيرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ، مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»

"تم میں سے جو آخری تشہد سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی مشکلات سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے"۔

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز میں یہ دعا مانگتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ»

"اے اللہ میں عذابِ قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، میں مسیح دجال کے فتنے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، میں زندگی اور موت کی مشکلات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ یہ دونوں احادیث خبر آحاد ہیں اور ان میں ایک فعل کرنے کا مطالبہ ہے، یعنی تشہد سے فارغ ہونے کے بعد اس دعا کے مانگنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اس لیے تشہد کے بعد یہ دعا مستحب ہے۔ ان احادیث میں جو آیا ہے اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس پر عمل بھی کیا جائے گا مگر انہیں عقیدے میں نہیں لیا جائے گا جب تک کہ یہ آحاد احادیث سے آئے یعنی ظنی دلیل سے۔ اگر یہ متواتر حدیث سے آتا تو اس پر اعتقاد لازم ہوتا۔۔۔) اقتباس ختم شد۔

چوتھا: اب ہم اس حدیثِ جبریلؑ کی طرف آتے ہیں جس کا ذکر سوال میں ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے، اور مسلم وغیرہ نے بھی ابو ہریرہؓ اور عمر بن الخطابؓ سے اس کو روایت کیا ہے۔ اس میں جبریلؑ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے مجھے بتایا: ایک دن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے، ایک آدمی آیا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت کالے تھے۔ اس پر سفر کے نشان موجود نہ تھے لیکن ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہ تھا۔ وہ آیا اور آکر رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں کے سامنے گھٹنے کر کے بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے۔ پھر اس نے پوچھا: اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلاً» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ! قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ الْإِيمَانِ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» قَالَ: صَدَقْتَ... قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيّاً ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ» قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ».

"اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اگر سفر کی استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو"۔ اس شخص (جبریلؑ) نے کہا آپ ﷺ نے سچ کہا۔ ہمیں تعجب ہوا کہ سوال بھی کر رہا اور تصدیق بھی کر رہا ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتاؤ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **"یہ کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، اور قدر کے خیر وشر کے من جانب اللہ ہونے پر۔"** اس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ کہا۔ پھر وہ چلا گیا اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: **"اے عمرؓ، جانتے ہو سوال کرنے والا کون ہے؟"** میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں فرمایا **"یہ جبریل تھے، یہ تم لوگوں کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے"**۔

یہ حدیث صحیح ہے، اس کا انکار جائز نہیں، یہ کسی قطعی نص کے خلاف بھی نہیں، مگر یہ عقیدہ کے طور پر لینے کے لیے کافی دلیل نہیں۔ تاہم اس حدیث میں عقیدے کے جن امور کا ذکر ہے وہ سب دوسرے قطعی دلائل سے ثابت ہیں۔ ایمان کے ارکان کے حوالے سے قرآن کی آیات موجود ہیں، اسی طرح اسلام کے ارکان کے بارے میں بھی۔ یوں اس حدیث میں جو بھی آیا ہے اس کے بارے میں دوسرے قطعی دلائل موجود ہیں اس لیے ان کو عقیدے میں لیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِيداً﴾

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر، اس کے رسول پر نازل کی گئی کتاب پر، اس کتاب پر جو پہلے نازل کی گئی اور جو کفر کرے گا اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا، اور قیامت کے دن کا، تو وہ گمراہی میں بہت دور نکلے گا" (النساء، 4:136)۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

"رسول، اس کتاب پر جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مؤمن بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے" (البقرۃ، 2:285)۔

اسی طرح قدر بمعنی اللہ کے علم اور اس کے کتاب لوح محفوظ میں لکھے جانے پر ایمان لانے کا بھی یہی معاملہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَراً مَقْدُوراً﴾ "اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہے" (سورۃ الأحزاب:38)، ﴿قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً﴾ "اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے" (سورۃ الطلاق:3)، ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ "ہم نے کتاب میں کسی چیز میں کمی بیشی نہیں کی ہے۔" (الانعام:38)، ﴿كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوراً﴾ "اور یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے" (سورۃ الإسراء:58)۔ چنانچہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا فیصلہ اس سے قبل اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا ہوتا ہے، اس کو کتاب میں لکھا ہوتا ہے، یعنی وہ پہلے سے اللہ کے علم میں ہوتا ہے، پس قدر (تقدیر) اللہ کے علم کا استعارہ ہے، جس طرح کتاب اللہ کے علم کا استعارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں قدر سے مراد ہے جو پہلے سے اللہ کے علم میں طے شدہ ہو۔ یہ ہے اس کا معنی جو کہ قرآن اور سنت کے نصوص میں ہے۔

اسی طرح حدیث میں بیان کردہ اسلام کے ارکان کتاب اللہ میں بھی مذکور ہیں:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُم﴾ "جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اپنے گناہ پر توبہ کرو اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے بھی، اور اللہ تمہاری آمد و رفت اور اور رہنے سہنے کی جگہ سے خوب باخبر ہے" (محمد:19)۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً﴾ "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، تم ان کو رکوع و سجدے کی حالت میں ہی دیکھو گے، وہ اللہ کے فضل اور رضا کے متلاشی ہیں" (الفتح:29)۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ "اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقوی اختیار کرو"(البقرۃ:183)۔

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴾"اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو"(البقرۃ:43)۔

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾ "اور ان لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک سفر کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں"(آل عمران:97)۔

اس طرح احد حدیث رد نہیں ہوتی بلکہ اس کے صحیح معنی میں سمجھی جاتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ مجھے امید ہے کہ معاملہ واضح ہو گیا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطا بن خلیل ابو الرشتہ

11 جمادی الاولی 1444 ہجری

بمطابق 5 دسمبر 2022ء

فہرست

میڈیا پیغام::1444 ہجری کی عید الاضحیٰ مبارک ہو

انجینئر صلاح الدین عضاضۃ، ڈائریکٹر مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، الله أكبر، الله أكبر، والله أكبر ولله الحمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام کائنات کا مالک ہے، اور درود اور سلام ہو تمام انبیاء کے سردار ہمارے آقا محمد ﷺ پر، اور ان کی آل پر، اور ان کے صحابہ پر۔

حزب التحریر امت اسلامیہ کو عید الاضحیٰ کے پُر مسرت موقع پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے خوشیوں، اطمینان اور اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے۔

میں حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے سربراہ اور اس کے دفاتر اور شعبوں میں کام کرنے والے تمام بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے حزب التحریر کے امیر، ممتاز عالم، عطا بن خلیل ابو الرَشتہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اللہ اُن کی حفاظت فرمائے، اور رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ ان کے ہاتھوں امت اسلامیہ کو فتح اور طاقت عطا فرمائے۔

امت اسلامیہ عید الاضحیٰ کی بابرکت آمد کا جشن مناتی ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا موقع ہے جو قربانی اور اللہ کی خاطر عطا کرنے کا مجسم تصور ہے جو اسلام مسلمانوں کے دلوں میں پختہ کرتا ہے۔ عید الاضحیٰ ہمیں انبیاء علیہ السلام اور ان لوگوں کی قربانیوں کی یاد دلاتی ہے جو اسلام کی سربلندی کے لیے ان کی پیروی کرتے تھے۔ اس مبارک عید کے موقع پر، حزب التحریر کو ان مشکل حالات میں امت کو ان عظیم معانی کی اہمیت یاد دلانے کا موقع ملتا ہے۔

حالیہ برسوں میں، امت اسلامیہ کے تشخص کو نشانہ بنانے والے حملوں کے ساتھ ساتھ نئے چیلنجز سامنے آئے ہیں۔ اجتماعی زندگیوں میں اسلام کے دوبارہ لوٹ آنے کی امید کے زندہ ہو جانے کے بعد، خاص طور پر عرب بہار کے انقلابات کے واقعات کے دوران، مظاہرین نے یہ نعرے لگائے، (قائدنا للأبد سيدنا محمد) "ہمارے قائد ہمیشہ کے لیے، ہمارے آقا محمد ﷺ ہیں"۔ پس مغرب نے امت کے جوانوں اور عورتوں کے دلوں میں اس امید کو دبانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ استعماری کافر مغرب کی طرف سے کیے جانے والے موجودہ حملے کا مقصد مسلمانوں کے حوصلے پست کرنا اور انہیں مثالی اسلامی زندگی کی واپسی کے امکان سے مایوس کرنا ہے۔

استعماری کافر مغرب کے حملے میں نئی بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسا حملہ ہے جو صریح یا براہِ راست انداز میں نہیں، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی تصورات کو پست کر کے اسلامی تشخص کو نشانہ بناتا ہے۔ مغرب یہ چاہتا ہے کہ وہ امت کے ارادوں کو توڑ دے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک اور مایوسی پھیلا دے۔ وہ براہ راست کھلے حملے نہیں کرتا کہ کہیں امت کا ارادہ جاگ نہ جائے۔ یہ حملہ کئی طریقوں سے ظاہر ہوا ہے۔ ان میں سب سے اہم ایک مخفی انداز میں یہودی وجود کے ساتھ نارملائزیشن کی پالیسی مسلط کرنے کی کوشش ہے جس کا مقصد بابرکت سرزمین کو آزاد کرانے کے لیے جہاد کے تصور کو ختم کرنا ہے۔ یہ حملہ مسجد نبوی (بلاد الحرمین) کی سرزمین میں بے حیائی اور پستی کے مظاہر کو پھیلانے کی انتھک اور تیز رفتار کوشش کی صورت میں بھی ظاہر ہوا، کیونکہ آلِ سعود کے حکمران یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسلام کے بھونڈے ترین نفاذ کے منظر کو غیر اخلاقی سیکولرازم سے تبدیل کر دیں تاکہ مسلمان یہ سمجھنے لگیں کہ وہ اپنی حرمات کا تحفظ اب خود نہیں کر سکتے۔ اسی طرح امت اسلامیہ کے خلاف نسلی وابستگیوں کو بھڑکانا، جو کئی صدیوں امتِ مسلمہ کے بازوؤں تلے موجود رہی ہیں، اور مسلمانوں میں سے ان جذبات کو ختم کرنے کی کوشش کہ وہ ملک کے مالک ہیں اور اس کی حاکمیت اور سلامتی کے ذمہ دار ہیں۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا جا رہا ہے، اور ان کا مقصد سیکولر حالات اور اس کے اصولوں کو مستحکم کرنا ہے، تاکہ امت اسلامیہ کے نوجوانوں کے دلوں میں خلافت کی واپسی کے امکان سے مایوسی کا بیج بو دیا جائے۔

عیدالاضحیٰ سے منسلک اہم تصورات اللہ کی راہ میں قربانی اور راہِ حق پر استقامت ہیں، حزب التحریر امت اسلامیہ بالخصوص بااثر افراد پر زور دیتی ہے کہ وہ مغرب کی ایماء پر مسلمانوں کے حکمرانوں کی جانب سے شروع کیے جانے والے اس خبیث حملے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

جہاں تک شیطان کے وسوسوں کا تعلق ہے کہ جو مغرب کو پریشان کیے ہوئے ہے، وہ یہ ہے کہ کس طرح امت اسلامیہ میں ایک اور بہار (عرب بہار) کے ظہور کو روکا جائے۔ مغرب اس وقت بھی پریشان اور خوفزدہ ہو جاتا ہے جب وہ امت کے لوگوں میں دین کی عزت اور پسندیدگی میں اضافہ دیکھتا ہے اور جب وہ امت میں یہ خواہش دیکھتا ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے تحت معزز صحابہؓ کے دَور جیسی اسلامی زندگی پر عمل پیرا ہونا چاہتی ہے۔ امت اسلامیہ مغرب کو دیکھ رہی ہے کہ کس طرح وہ مسلم معاشروں کو خود میں ضم کرنے میں ناکام ہو چکا ہے، وہ مغرب کے تعصب کا مشاہدہ کرتی ہے جو اب اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ڈھکا چھپا نہیں ہے، اس کا لالچ دیکھتی ہے جس نے مسلمانوں کی سرزمینوں کی دولت لوٹ لی اور دنیا بھر کی معیشتوں کو تباہ کیا، اور اس کا شیطانی جنون دیکھتی ہے کہ کس طرح مغرب عورت اور مرد میں تمیز کرنے سے قاصر ہو گیا ہے!

جس طرح امت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مغرب ان پر مسلط ظالم حکمرانوں کا بنیادی اور اصل حمایتی اور مددگار ہے، اسی طرح اسے مغرب کی تمام تحریفات اور زندگی کے بارے میں اس کے کرپٹ تصورات کا بھی ادراک ہو گیا ہے اور امت نے تیسرا راستہ تلاش کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور یہ اسلام کے سوا کچھ نہیں ہے جس کی نمائندگی نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت راشدہ الثانی کرتی ہے، خواہ امت اس حل کو اس کے اصل نام سے نہ بھی پکارے، مگر اس کا قطب نما (compass) زندگی کے ہر موڑ اور امتحان میں اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

"حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو" (الصف، 61:8)

یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ امت نے اسلام کو ناگزیر حقیقت کے طور پر اور خلافت کو نظامِ حکومت کے طور پر منتخب کر لیا ہے۔ امتِ مسلمہ میں رائے عامہ کی تشکیل ہو چکی ہے اور اسلامی ریاست کے قیام کے لیے زمین کو زرخیز بنایا جا چکا ہے اور اب اس کو حقیقت بنانے کے لیے امت میں قوت اور طاقت کے حامل لوگوں کی حمایت کے حصول کے سوا کچھ نہیں بچا۔ تبدیلی ان طاقتور لوگوں کے گلے میں معلق ہے کیونکہ وہ کٹھ پتلی حکمرانوں سے اختیار چھین کر امت کو واپس کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بلاشبہ یہ ان کے اندر (نفس) کی تبدیلی ہے جو اللہ کی طرف سے تبدیلی عطا کرنے کو واجب کرے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اسے نہ بدلیں جو ان کے نفوس میں ہے" (الرعد، 13:11)

پس اللہ سے ڈرو! مسلمانو! اللہ سے ڈرو، اے اہل اقتدار اور محافظو! اپنی دنیا میں اللہ سے ڈرو، اس سے پہلے کہ تمہاری زندگیوں کا صفحہ الٹ دیا جائے اور تم دنیا کو چھوڑ کر اس حال میں رخصت ہو جاؤ کہ تم نے اللہ اور رسول ﷺ اور ایمان والوں کی توقعات کو پورا نہ کیا ہو! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مبارک عید کی خوشیوں کو امت کی فتح اور طاقت کا مظہر بنا دے۔ ہم بطور حزب التحریر آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ہم نبوت کے نقشِ قدم کی پیروی پر کاربند ہیں اور خلافت کے قیام کے لیے سنجیدگی کے ساتھ ثابت قدم ہیں۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اور آپ کی اس چیز کی طرف رہنمائی کرے کہ جس سے اس کی فتح اور مدد حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

"اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے" (الطلاق، 65:3)

الله أكبر ، الله أكبر ، الله أكبر ، لا إله إلا الله ، الله أكبر ، الله أكبر ، والله أكبرولله الحمد

آپ کو عید مبارک، السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ۔

نُصرۃ

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالی نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)